جس میں دیوبندی بریلوی حضرات کے درمیان اختلافی مسائل پر سادات احناف و مشائخ ہند کو ثالث بنایا گیا ہے۔

رضاخانیت

بمقابلہ

حنفیت

مؤلف

مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مدرس دارالعلوم مدنیہ

ناشر: جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

جس میں دیوبندی بریلوی حضرات کے درمیان اختلافی
مسائل پر سادات احناف و مشائخ ہند کو ثالث بنایا گیا ہے

رضاخانیت

بمقابلہ

حنفیت

مؤلّف

مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

مدنی گرافکس

ناشر

جمعیّۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

کتاب کی تفصیلات

کتاب کا نام : رضاخانیت بمقابلہ حنفیت

مؤلّف کا نام : مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

اشاعت کا سن : جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ/ جنوری ۲۰۲۰ء

کتاب کے صفحات : ۱۲۰(E-BOOK)

ناشر کا نام : جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

اسٹاکسٹ

مکتبہ عزیزیہ دوکان نمبر 17 سلام مارکیٹ علّامہ بنّوری ٹاؤن کراچی

03002343814

مکتبہ حنفیہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور		مدنی کتب خانہ صوابی
مکتبہ ختم نبوت قصہ خوانی بازار		دارالکتب حق سٹریٹ لاہور
مکتبہ حقانیہ صوابی		مکتبۃ المحمود مانسہرہ
مرکز اہل السنۃ سرگودھا		مکتبہ عمر فاروق چارسدہ
مکتبہ قاسمیہ تخت بھائی		مکتبہ جمال قاسمی کراچی
مکتبہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک		مکتبہ محمودیہ صوابی
مکتبہ شیخ الہند جوناں مارکیٹ بنوں		مکتبہ دینیہ خانہ شیر گڑھ
مکتبہ فاروقیہ حسن ابدال		

مولانا کی کتب پورے پاکستان میں بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے رابطہ کریں

03027051716

فہرست

☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض مؤلّف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

قارئین کرام! الحمدللہ ہمارا تعلق اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے ساتھ ہے، اگر دیکھا جائے تو اس وقت پوری دنیا میں عملی اعتبار سے ائمہ اربعہ کی فقہ رائج و متداول ہے، ان میں بھی عمومی قبولیت اور خصوصی امتیاز فقہ حنفی کو حاصل ہے، بلکہ اگر کہا جائے کہ اولیت و مرجعیت اسی فقہ کا مقدر ہے تو غلط نہ ہوگا، فقہ حنفی نے ترقی کی جس اوج کمال کو دریافت کیا ہے اس کے اسباب وعلل کا پتہ لگانا دشوار نہیں، اس فقہ کی ترقی و کمال کا راز سربستہ بظاہر اس فقہ کی جامعیت، احوال زمانہ سے ہم آہنگی، اصول وقواعد کی پختگی اور احادیث و آثار کا انضمام ہے۔

فقہ حنفی کی خصوصیت

علامہ شبلی نعمانی نے "سیرۃ النعمان" میں فقہ حنفی کی خصوصیت پر مفصل کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) فقہ حنفی کے مسائل اسرار و مصالح پر مبنی ہوتے ہیں۔

(۲) فقہ حنفی پر عمل بہ نسبت تمام فقہوں کے نہایت آسان ہے۔

(۳) فقہ حنفی میں معاملات کے متعلق جو قاعدے ہیں نہایت وسیع اور متمدّن ہیں۔

(۴) فقہ حنفی نے ذمّیوں کے حقوق (یعنی وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں لیکن مسلمانوں کی حکومت میں

مطیع نہ رہتے ہیں) نہایت فیاضی اور آزادی سے دیے ہیں۔
یہ وہ چند خصوصیات ہیں جس کی نظیر کسی امام اور مجتہد کے یہاں نہیں ملتی۔
(۵) فقہ حنفی نصوصِ شرعیہ کے موافق ہے، یعنی جو احکام نصوص سے ماخوذ ہیں اور جن میں ائمہ کا اختلاف ہے ان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ عموماً قوی اور مدلل ہوتا ہے۔
(سیرۃ النعمانؒ ص194 ،بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)

قارئین کرام! شومئ قسمت سے انگریز کے دور میں متحدہ ہندوستان مذہبی اعتبار سے فتنہ وفساد کا دور رہا۔انگریز نے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے اصول کے تحت یہاں کی اکثریت (جو''حنفی مسلک'' پرکار بند تھی) کو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا،ایک طرف منکرین فقہ کو پروان چڑھایا تو دوسری طرف اہل بدعت کو باقاعدہ ایک مسلک وفرقہ کی شکل میں فروغ دیا جو''بریلویت'' کے نام سے معروف ہوا،یہ لوگ فروع میں اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہتے ہیں،لیکن حیرت ہے کہ اپنی طرف سے ایسی نت نئی بدعات کو ایجاد کرکے اسے ایسالازم کرلیا ہے کہ فقہ حنفی کے مقابلے میں گویا ایک مستقل''فرقہ'' وجود میں آچکا ہے۔

حیرت تو یہ ہے کہ اگر ان حضرات سے آپ کسی بھی قسم کا فروعی مسئلہ پوچھ لیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ وہ یہ مسائل آپ کو فقہ حنفی سے بتلائیں گے ان مسائل میں یہ کبھی بھی بلاواسطہ (Direct) قرآن وحدیث سے استدلال نہیں کریں گے،لیکن جب آپ ان سے ان کی بدعات مثلاً: ''مروّجہ میلاد، مزارات، پکی قبریں، تیجے چالیسویں، عرس، قوالی'' وغیرہ کے بارے میں سوال کریں گے تو فوراً سے صغرے کبرے ملانے شروع کردیں گے اور قرآن و حدیث میں تحریف کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا، اگر آپ ان سے کہیں کہ مجھے ان مسائل کے احکام فقہ حنفی کی معتبر کتب سے بتلائیں تو فورا آپ پر''وہابیت'' کا فتوی جڑ دیں گے۔

قارئین کرام! باطل کا ہمیشہ یہ طریقہ کار رہا ہے کہ وہ اپنے باطل عقائد و اعمال پر سند لانے کیلئے بلاواسطہ قرآن و حدیث سے استدلال کرے گا،وہ پڑھے گا تو رب کا قرآن سنائے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث،مگر مطلب اپنا نکالے گا! یہی اندازِ تبلیغ ''بریلویت'' کا ہے،ایک طرف تو وہ خود کو''حنفی'' کہتے ہیں ان کی مساجد کے باہر'' مسلک اہلسنت حنفی بریلوی'' لکھا ہوگا مگر جب ان سے کہا جائے کہ اس عقیدے پر یا اس عمل پر فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہم کا حوالہ دو تو فورا بغلیں جھانکنے لگ جائیں گے اور قرآن و حدیث سے من

مانے استدلال شروع کر دیں گے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ آپ ان مسائل کو صراحت کے ساتھ فقہ حنفی سے دکھانے سے قاصر ہیں؟ یا تو آپ فقہ حنفی کو ناقص مانیں اور اگر اسے جامع مانتے ہیں تو پھر فقہ حنفی میں ان مسائل کا وجود کیوں نہیں؟ اور کیوں آپ فقہ حنفی کے متوازی ایک نئی فقہ کے علمبردار ہیں اور اپنے مخصوص مسائل جن کے منکر سادات احناف ہیں ان پر فتوی بازی کرتے ہیں؟

حضرت مجدد الف ثانی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں:

’’ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے ردی افہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔‘‘ (مکتوبات، مکتوب 286، دفتر اول، ج 2، ص 767)

بریلوی حضرات کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

’’فقہاء کا قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کا یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے‘‘۔ (جاء الحق، ص 25)

یہی بات ہم اہل بدعت سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی بدعات کو معاذ اللہ قرآن و حدیث سے حل نہ کریں بلکہ امام صاحب کا قول اس پر پیش کریں، فقہا احناف کثّر اللہ سواد ہم کی تصریحات ہمیں دکھائیں کہ انہوں نے اس بدعت کا کس طرح ذکر اپنی کتب میں کیا ہے؟

جناب مولانا عبد الغفور شرقپوری بریلوی لکھتے ہیں:

’’ہمارا نہ یہ منصب ہے نہ ہم اس کے اہل، فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن و حدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے کیونکہ فقہائے کرام کی مخالفت غیر مقلدین کرتے ہیں‘‘۔ (نمازی کے پاس بآواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں، ص 38)

اس کتاب پر مولانا سعید اسد، مولانا ابو الخیر زبیر، مولانا اشرف آصف جلالی سمیت دس جید بریلوی اکابر علماء کی تقاریظ ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ فقہ کی کتب چھوڑ کر براہ راست قرآن وحدیث سے استدلال کرنا یہ غیر مقلدانہ روش ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب دیوبندی و بریلوی حضرات دونوں ہی ''حنفیت'' کے دعوے دار ہیں تو آخر ان میں اختلافی مسائل حل کرنا اتنا معمّہ کیوں ہے؟ جب دو گروہوں میں جنگ ہوتی ہے تو مسائل کے حل کیلئے آخر کوئی نہ کوئی تو ''ثالث'' بنتا ہے، جب دیوبندی بریلوی دونوں ہی حنفیت کے دعوے دار ہیں تو آخر ''حنفیت'' کو ثالث کیوں نہ بنایا جائے؟

لیکن اہل بدعت اس کیلئے تیار نہیں! کیونکہ ان کا حنفیت کا دعویٰ محض ڈھونگ ہے یہ ''حنفی'' نہیں بلکہ ''منفی'' ہیں، انہیں حنفیت سے بغض ہے ان کا مذہب ان کا پیٹ اور من مانی ہے، لیکن عوام کے خوف سے کھلم کھلا حنفیوں پر تو فتوے نہیں لگا سکتے ، اس لئے احناف کے ان مسائل کو جن کو اکابر دیوبند نے اختیار کیا دیوبند کا نام لیکر فتوے لگانے شروع کر دیتے ہیں تا کہ جب ان کی عوام کا ذہن ان مسائل کے متعلق ایک منفی سوچ اختیار کر لے گا اور جب بعد میں وہ یہی مسائل احناف کی کتب میں دیکھیں گے تو انہیں بھی معاذ اللہ وہابی، گستاخ رسول ﷺ سمجھ کر ان سے بھی بدظن ہو جائیں گے۔

یہ محض نرا دعویٰ نہیں حقیقت میں ان کے دل احناف کے بغض سے بھرے ہوئے ہیں، درپردہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتنا بغض رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے مفتی غلام حسن قادری بریلوی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتوی ان کا نام لئے بغیر جب اپنے دارالافتاؤں کو بھیجا تو سب نے اس پر کفر کا فتوی لگایا! معاذ اللہ، ملاحظہ ہو:

''بڑے ہی افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ مندرجہ ذیل فتویٰ سوال کی شکل میں میں نے لاہور کے تقریباً تمام (بریلوی) مدارس میں ایک فرضی سوال کی صورت میں بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ ''مذکور فی السوال شخص کافر'' ہے اور ان کو مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے، اگر میرا ذہن شریر و شرارتی ہوتا تو میں اگلے دن اشتہار شائع کرا دیتا کہ لاہور کے تمام مفتیوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا، (العیاذ باللہ)

بہرحال مفتیان کرام سے گذارش ہے کہ فتویٰ دیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں اور دین نے جن لوگوں کو رعایت دی ہے ان کو وہ رعایت ضرور دیں اور خواہ مخواہ ہر کسی کو کافر بنانے کا وطیرہ ترک کریں اور اپنے جس نبی ﷺ کی نبوت کے بارے میں (یعنی سیالوی کے مخالفین کو نصیحت ہے۔ساجد) تن من دھن کی بازی لگا رہے ہو ان کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھیں یسّروا ولا تعسّروا

بشّروا ولا تنفّروا۔آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو، (لوگوں کو) خوش خبریاں سنایا کرو نفرت نہ دلایا کرو۔

بہر حال ملاحظہ فرمائیں، اے مفتیان دین متین کتاب کا نام ہے:

عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ النعمان للمورخ الکبیر المحدث العارف الشیخ الامام شمس الدین محمد بن یوسف الصالح الدمشقی الشافعی المتوفی بالقرقوقیہ ۹۴۳ھ مؤلف السیرۃ الشامیۃ۔(سبل الھدی والرشاد فیی سیرۃ خیر العباد)

فتویٰ بلا تبصرہ

(ترجمہ) ایک آدمی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو جنت کی امید نہیں رکھتا جہنم سے نہیں ڈرتا، اور نہ خدا سے ڈرتا ہے مردار کھاتا ہے اور بغیر رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہے اور جو نہیں دیکھتا اس کی گواہی دیتا ہے اور حق سے بغض اور فتنہ سے محبت رکھتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہے اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ سچا ولی اللہ ہے۔

اور امام صاحب نے اس کے اقوال کی توجیہ کردی کہ وہ جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا کا معنیٰ یہ ہے وہ خدا سے امید اور خدا سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا کا معنیٰ یہ ہے کہ اسے اپنے اوپر ظلم سے ڈر نہیں کہ خدا کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے، مردار کھانا سے مراد مچھلی کھاتا ہے بغیر رکوع وسجدے والی نماز سے مراد نماز ہ جنازہ ہے، بن دیکھے سے مراد خدا کی گواہی ہے یعنی خدا کو بغیر دیکھے الہ مانتا ہے اور اس کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیکھے بغیر نبی ورسول مانتا ہے، حق سے بغض رکھتا ہے یعنی موت سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور فتنہ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مال واولاد سے پیار کرتا ہے یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے کا معنیٰ یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کوئی شئے نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کچھ نہیں، یعنی وہ ان کو جھوٹا

کہتے ہیں اور یہ ان کو تو ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں دونوں سچے ہیں‘‘۔(ملخصاً ایک غلط فہمی کا ازالہ: ص10،11،12)

اندازہ لگائیں کہ بقول ایک مستند بریلوی مفتی لاہور کے تمام بریلوی مدارس نے اس عبارت کی بنیاد پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگادیا تھا اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر کہہ دیا، یہ ہے ان کی حنفیت! یہاں اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ جن لوگوں کے فتوی ہائے کفر سے امام اعظم نہ بچ پائے تو ان کے سامنے علمائے دیوبند کا ایمان کیا چیز ہے؟

اس فرقہ کے جنید زماں غزالی دوراں جناب مولانا عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۲ھ) نے ایک کتاب ’’مقیاس حنفیت‘‘ لکھی جس میں وہ سارے مسائل درج کئے جس کا فقہ حنفی میں نام ونشان نہیں ۔ہمیں اس وقت اس کتاب میں ذکر کردہ مسائل سے تعرض نہیں کرنا اس کیلئے آپ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۱ھ) کی کتب کا مطالعہ کریں۔ یہاں ہمارا مقصود یہ ہے کہ جب خود اس فرقہ کے ایک مستند عالم کی طرف سے متنازعہ فیہا امور میں حنفیت کو’’مقیاس‘‘و’’کسوٹی‘‘ بنانے کا اصول ہمارے سامنے آگیا تو اب ہم اسی’’مقیاس‘‘ کی بنیاد پر اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند اور اہل بدعت جماعت بریلویہ کے درمیان اختلافی امور میں احناف کے مسلک کو آپ کے سامنے پیش کرنے جارہے ہیں، اگر یہ مسلک ہماری تائید کرتا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہم ہی اہل سنّت ہیں اور اہل بدعت نے اس امت میں تفرقہ ڈالا اور اگر یہ مسائل اہل بدعت کی تائید کرتے ہوں تو ہمیں اپنے موقف سے رجوع کرنے اور توبہ کرنے میں سب سے اوّل پائیں گے۔

بعض کتب کا تعارف جن سے استدلال کیا گیا

بندے نے اپنی اس کتاب میں جتنی بھی کتب فقہ سے استفادہ کیا ہے ان سب سے بانی فرقہ بریلویت جناب مولانا احمد رضاخان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) نے بھی اپنی ’’فتاوی رضویہ‘‘ میں جگہ جگہ استفادہ کیا ہے۔دیگر بریلوی اکابر کے ہاں بھی یہ کتب مسلمہ ہیں۔البتہ تبرّک کیلئے بعض حضرات کا مختصر تعارف پیش کردیتا ہوں۔

فتاوی عالمگیری : ملّا نظام الدّین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۱ ھ) مرتب درس نظامی کی سربراہی میں حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے دور میں ۵۰۰ حنفی علماء نے اس فتاوی کو تیار کیا، احناف کے ہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

فتاوی بزّازیہ : حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری البریقینی الخوارزمی المعروف بزازی یا ابن البزاز الکردری الحنفی (المتوفی ۸۲۷ ھ) کی مایہ ناز تصنیف ہے۔

بدائع الصنائع : یہ کتاب دراصل "تحفۃ الفقہاء" کی شرح ہے اس کے مصنف امام ابوبکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۷ ھ) ہیں جس وقت یہ کتاب تحریر کی گئی تو تحفۃ الفقہاء کے مصنف علامہ محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (۵۳۹ ھ) بقید حیات تھے، انہوں نے جب اس عالمانہ اور مدلل شرح کو ملاحظہ فرمایا تو خوب تعریف کی اور از حد خوش ہوئے، اسی خوشی میں آپ نے اپنی عالمہ فاضلہ بیٹی فاطمہ کا نکاح اپنے شاگرد علّامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔

فتاویٰ قاضی خان: اسے فتاویٰ خانیہ بھی کہتے ہیں، یہ امام فخرالدّین حسن بن منصور اوزجندی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۲ ھ) کی تصنیف ہے، مصنف قاضی خان کے نام سے مشہور ہیں۔ فتاویٰ خانیہ ایک مشہور ومقبول کتاب ہے، علماء فقہ حنفیہ کے بیشتر فتاویٰ کا مرجع یہی ہے۔ یہ ان تمام مسائل کا مجموعہ ہے جن کی اکثر ضرورت پیش آتی ہے۔ اس میں تقریباً ہر فقہی مسئلے کا **مأخذ** (اصل حوالہ) بتایا گیا ہے۔ اور جس مسئلے میں متاخرین فقہاء کرام کے اقوال زیادہ ہیں ان میں ایک یا دو قول ذکر کر کے زیادہ واضح قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ (۸۷۹ ھ) تصحیح القدوری میں فرماتے ہیں:

"قاضی خان جس بات کی تصحیح کر دیں اسے دوسروں کی تصحیح پر مقدم سمجھا جائے گا"۔ (بحوالہ، الفوائد البہیۃ ص 65)

مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ ھ) نے فتاوی قاضی خان کے بعض مسائل پر تعلیقات بھی قلمبند کی ہیں، خان صاحب بریلوی ان کا تعارف یوں کراتے ہیں:

"....ناگاہ شب سہ شنبہ ۲۳ ماہ مسطور کہ سر بشمالو رو بقبلہ میں سوتا اور بخت بیدار تھا، خاص صبح کے وقت بحمداللہ دیکھا کہ سمت مدینہ طیبہ سے امام علام، مرشد الانام، قاضی البلاد ومفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابوالمحاسن فخر الملۃ والدین ابوالمفاخر حسن ابن امام بدرالدین منصور ابن امام شمس

الدین محمود ابوالقاسم بن عبدالعزیز اوزجندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں قَدَّسَ اللہ تَعَالٰی سرّہ، فَاَفَاضَ عَلَیْنَا نُوْرَہ، (جن کے فتاوی کے لئے شرقاغربا اعلی درجہ کا اعتبار اور اشتہار اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس اعظم عمائد سے ہونا آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے"۔ (فتاوی رضویہ: ج22،ص270 بحوالہ التعلیقات الرضویہ،ص 31،ادارہ تحقیقات امام احمد رضا)

البحر الرائق شرح کنز الدقائق: فقہ حنفی کی بہت مستند کتاب ہے اسے شرح کنز الدقائق بھی کہا جاتا ہے۔اس کے مؤلف زین الدین بن ابراھیم بن محمد،المعروف سراج الدین ابن نجیم اور ابن نجیم المصری سے بھی شہرت رکھتے ہیں ان کی تاریخ وفات سنہ ۹۷۰ھ ہے۔

تبیین الحقائق: یہ کتاب کنزالدقائق کی شرح ہے جو نامور فقیہ ومحدّث علامہ عثمان بن علی الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس میں استدلال اور دلیل پر بہت زور دیا گیا ہے۔علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۷۰۵ھ میں قاہرہ تشریف لے گئے تو وہاں کی مسند تدریس وافتاء پر فائز کیے گئے۔فقہ نحو اور فرائض (میراث) کے بہت بڑے عالم تھے۔فاضل مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال سنہ ۷۴۳ھ میں ہوا۔

فتح القدیر: علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی المعروف ابن الہمام وقاضی زادہ شمس الدین احمد سنہ ۸۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

فتاوی رضویہ میں جگہ جگہ مولانا احمد رضاخان صاحب (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ) نے انہیں "محقق علی الاطلاق"،لکھا ایک جگہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیمروز سے اظہر"۔ (فتاوی رضویہ: ج22،ص299،رضافاونڈیشن)

تفسیر روح المعانی : ابو الثناء شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ بن محمود الحسینی آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کی تاریخ وفات سنہ ۱۲۷۰ھ ہے۔

دکتور محمد حسین ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

كان رحمه الله شيخ العلماء فى العراق، وآية من آيات الله العظام، ونادرة من نوادر الأيام. جمع كثيراً من العلوم حتى أصبح علاَّمة فى المنقول والمعقول، فهَّامة فى الفروع والأصول، مُحَدِّثاً لا يُجارَى ومُفَسِّراً لكتاب

مزید تفصیل کیلئے دکتور کی کتاب ''التفسیر والمفسرون'' کی جلد اول کا مطالعہ کریں ۔اس تفسیر سے اہل بدعت نے بھی جگہ جگہ اپنی کتب میں استدلال کیا ہے ۔

مجمع بحار الانوار: شیخ محمد بن طاہر بن علی بن الیاس رحمۃ اللہ علیہ، آپ کا شمار جید محدثین میں ہوتا ہے ۔مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''بوہرہ قوم میں مروج بدعتوں کی اصلاح کی اور اس قوم کے اہل سنت و بدعت میں تفریق و امتیاز پیدا کر دیا، انہوں نے ازالہ بدعات اور اس علاقہ کے اہل بدعت کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا بالآخر انہی مبتدعین کے ہاتھوں ان کی شہادت واقع ہوئی'' ۔(اخبار الاخیار ص 264)

۶ شوال سنہ ۹۸۶ھ میں سارنگ پور میں شہید ہوئے ۔

مرقاۃ المفاتیح: یہ حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ شریف کی شرح ہے جسے شیخ امام علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ، جن کا پورا نام أبو الحسن علی بن سلطان محمد نور الدین الملا الہروی القاری تھا) کی معروف تصنیف ہے ۔آپ مشہور و معروف محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول تھے، سنہ ہزار کے سرے پر پہنچ کر درجہ مجددیت پر فائز ہوئے ۔ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں رہے اور وہیں وفات پائی امام احمد بن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبداللہ سندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ قطب الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اعلام سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی ۔

مشائخ ہندوستان

ہندوستان کے نامور مشائخ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ)، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ)، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۲۵ھ)، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ)، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۳۹ھ) کی کتب سے بندہ نے اس کتاب میں خوب استفادہ کیا۔ان حضرات کی جلالت علمی کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں ۔البتہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت قاضی ثنا اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی بدعت شکن عبارات خاص طور پر آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے اس لئے ان کا ذکر اہل بدعت ہی کی زبانی ملاحظہ فرمالیں ۔

مولانانااحمدرضاخان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

''قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحق نے مائۃ مسائل اور اربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب ان کے پیر و مرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۷۵ میں انہیں فضیلت ولایت مآب مروج شریف ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز ترین وجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے''۔(فتاوی رضویہ جدید: ج9،ص 803 رضافاؤنڈیشن لاہور)

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض ملت فیض احمداویسی (المتوفی ۱۴۳۱ھ) لکھتے ہیں:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جسے شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے زمانہ کا بیہقی محدث فرماتے تھے''۔(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر،ص 113 ،مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

''جس کا خلاصہ بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ''۔(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبد القادر،ص 175 ،مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

حافظ عرفان اللہ حنفی ابن مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی متعلم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ لاہور لکھتے ہیں:

''دنیائے علم وتصوف میں حضرت بحرعلوم الظہریہ والباطنیہ شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا نام ایک آفتاب درخشندہ کی طرح جانا جاتا ہے،آپ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے دین اسلام کی ترویج وترقی کیلئے اپنی بے حد خدمات سرانجام دیں جو کہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں ......آپ نے بہت سے موضوعات پر کتب تحریر فرمائیں آپ کے کارناموں میں سے تفسیر مظہری (جو دس جلدوں پر مشتمل ہے)ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور ایک بہت بڑا علمی خزانہ ہے اس کے علاوہ آپ نے فقہی مسائل پر ایک کتاب رقم فرمائی جو کہ مالابدّ منہ کے نام سے مسمیٰ ہے اس کتاب کو اس قدر پذیرائی ملی کہ مدارس اسلامیہ میں اب تک یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے''۔(بستان السالکین اردو ترجمہ ارشاد الطالبین،عنوان کچھ مصنف کے بارے میں)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر بریلوی ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب (المتوفی ۱۴۲۹ھ) ایک ضخیم کتاب لکھ چکے ہیں ۔ داتا دربار کے سابق خطیب مولانا احمد سعید نقشبندی ان کے مکتوبات کا ترجمہ پیش کر چکے ہیں اور ان کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کیلئے ایک عدد رسالہ بھی لکھ چکے ہیں ۔ ماضی قریب کے بریلوی نباض قوم جناب مولانا ابو داود صادق صاحب رضوی (المتوفی ۱۴۳۶ھ)ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تعلیم ومشرب ہی چونکہ بزرگان دین کی عقیدت وادب ہے اس لئے آپ نے امام ربانی مجدد الف ثانی ....کا ذکر بھی بہت عقیدت و اہتمام کے ساتھ کیا فرماتے ہیں:

''جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی (وغیرہم) اجلہ فاضلین ومقتدیان اکابر آئمہ کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں'' (رسالہ مبارکہ نفی الفی)''۔ (براہین صادق،ص365،366،ناشر ادارہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ)

موصوف آگے اپنے امام مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ سنہ) اور حضرت مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ سنہ) کو آپس میں ہم مسلک وہم اعتقاد گردانتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلک مجددین (یعنی مولانا احمد رضا خان اور حضرت مجدد الف ثانی کا مسلک ۔ساجد) چونکہ مجددین مذہب حنفی ،اہل سنت و جماعت کے عظیم علمبردار اور بہت زیادہ پابند تھے اس لئے ان کے مسلک ومقصد اور اصول و عقائد میں یکسانیت و اتحاد اور متفقہ ومشترکہ تحقیقات و فتاوی کی چند جھلکیاں''۔ (براہین صادق،ص366)

حالانکہ یہ محض کذب بیانی اور ناخواندہ قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ جناب نام نہاد مجدد مولانا احمد رضا خان بریلوی حنفیت اور مسلک مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے باغی تھے۔ آج کے اہل بدعت بھی مسلک حنفیت کے نہیں بلکہ مسلک رضاخانیت کے پیروکار ہیں۔ ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں اب آپ اگلے صفحات میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔



مسئلہ نمبر......۱

حنفیت اور عقیدہ علمِ غیب

سادات حنفیوں کے ہاں اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے اس کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھنا اور کسی مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ملاحظہ ہو اس پر چند حوالے:

(۱) ذَکَرَ الْحَنْفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادہ ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الّا اللہ کذا فی المسایرۃ، (شرح فقہ الاکبر ص:422، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرمادیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی علم غیب نہیں جانتاہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتے ہیں بس۔

(۲) لو تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ لا ینعقدہ و یکفر لا عتقادہ ان النبی ﷺ یعلم الغیب۔(البحر الرائق، ج3ص155، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اگر نکاح کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر تو نکاح منعقد ہی نہ ہوا اور یہ شخص کافر بھی ہو جائے گا بسبب اس اعتقاد کے کہ نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے ہیں۔

(۳) رجل تزوج امراۃ و لم یحضر الشھود قال (خدائے را و رسول را گواہ کردم)او قال (خدائی را و فرشتگان راگواہ کردم)کفر، (فتاوی عالمگیری ج2ص 279، دار الفکر، بیروت)

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

(۴) رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل والمراۃ (خدائے را و پیغامبر راہ گواہ کردیم) قالوا یکون کفرا لانّہ اعتقد انّ رسول اللہ ﷺ یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیآء فکیف بعد الموت؟ (فتاویٰ قاضی خان ج 3ص 428، دارالفکر، بیروت)

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور بوقتِ نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتے ہیں حضرات (سادات) فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے، کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا غیب کیسے جانتے ہیں؟

(۵) لو تزوج امراۃ بشھادۃ اللہ و رسولہ لا یجوز النکاح و عن قاسم الصغار و ھو کفر محض لانّہ اعتقد انّ رسول اللہ ﷺ یعلم الغیب و ھذا کفر، (مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج1ص472، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۶) اگر کسے بدون شہود نکاح کرد وگفت کہ خدا و رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود، (مالابدّ منہ ص146، میر محمد کتب خانہ۔ کراچی)

اگر کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ اللہ و رسول یا فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

(۷) حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

"بندگان خاص الٰهی را در صفات واجبی شریک داشتن یا آنهارا در عبادت شریک ساختن کفر است چنانچه دیگر کفّار به انکار انبیاء کافر شد ند همچنان نصاریٰ عیسی را پسر خدا و مشرکان عرب ملائکه را دختران خدا گفتند و علم غیب بآنها مسلم داشتندکافر شدند"، (مالابدمنہ،ص11,12، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

حق تعالیٰ کے خاص بندوں کو اس کی صفات واجبی میں شریک ٹھہرانا یا ان کو بندگی میں شریک بنانا کفر ہے جس طرح دوسرے کفّار نبیوں کے انکار سے کافر ہوئے اسی طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹی کہہ کر اور فرشتوں کیلئے علم غیب کا عقیدہ مان کر کافر ہو گئے (یہی عقیدہ مشرکین پاک وہند کا بھی ہے) نبیوں اور فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک بنانا جائز نہیں)۔

ان تمام فقہاء نے یہی مسئلہ نقل کیا جو اوپر البحر الرائق اور دیگر کتب فقہاء کے حوالے سے منقول ہوا بلکہ قاضی خان نے تو یہاں تک لکھا کہ نبی کریم ﷺ جب حیات تھے اس وقت علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد کس طرح انہیں علم غیب ہوگیا؟ آخر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رای المنصور فی منامہ صورۃ ملک المو ت و سألہ عن مدۃ عمرہ فاشار باصابعہ الخمس فعبّرھا المعبرون بخمس سنوات و بخمس اشھر و بخمسۃ ایّا م فقال ابوحنیفۃ ھو اشارۃ الی ھذہ الآیۃ فان العلوم الخمس لا یعلمھا الا اللہ، (تفسیر مدارک ج3ص723،قدیمی کتب خانہ،کراچی)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو ان سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا تو تعبیر بتانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال حیات رہیں گے،کسی نے پانچ ماہ،کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی۔خلیفہ نے یہی خواب امام اعظمؒ کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سورہ لقمان کی ان آخری پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ.... الآیہ) کی طرف ہے بلا شبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

قارئین کرام! ہم نے انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کے سامنے مسلکِ حنفیت کا موقف رکھا کہ وہ صراحۃ نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں، یہ عقیدہ کسی وہابی کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ سادات احناف کا ہے،اہلسنت دیوبند کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ اس عقیدے کے ناقل ہیں،اب دوسری طرف منکرین فقہ حنفی یعنی اہلِ بدعت کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو:

اہلِ بدعت عقیدہ

یہ حضرات تمام انبیاء اولیاء بلکہ شیطان کیلئے بھی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ علم غیب جانتے ہیں اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتب تصنیف کی گئیں: (۱) جاء الحق، (۲) مقیاس حنفیت (۳) انباء المصطفیٰ، (۴) خالص الاعتقاد، (۵) الکلمۃ العلیاء۔ بلکہ مولانا معین الدین بریلوی تو لکھتے ہیں:

''ہمارے صدر الافاضل نے علم غیب پر سب سے پہلی جامع کتاب الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی لکھی''، (ملخصا)۔ (حیات صدر الافاضل ص46، فرید بک سٹال، لاہور)

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فساد ڈالنے والے یہ بدعتی ہیں، اس لئے کہ اگر یہ عقیدہ پہلے سے چلا آرہا ہوتا تو پہلی جامع مانع کتاب لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ اب حنفیوں کا عقیدہ اور حنفیت کے باغی بدعتیوں کا عقیدہ دونوں آپ کے سامنے ہیں! فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ حنفیت کا عقیدہ اپنا کر اپنے حقیقی حنفی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یا بریلوی عقیدہ اپنا کر کفر کا طوق گلے کی زینت بناتے ہیں!!!!

ہمارا چیلنج

ہم یہاں امام اہل السنّۃ محدّث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۱ھ) کے اس چیلنج و مطالبے کو دہراتے ہیں جو آج سے کئی سال پہلے انہوں نے کیا اور الحمد للہ آج تک اس مطالبے کو کوئی پورا نہیں کرسکا اور ان شاء اللہ تا قیامت کوئی مائی کالال اس کو پورا نہیں کرسکتا دیدہ باید:

''ہم فریق مخالف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم دو حوالے صرف حضرات فقہاء احناف ؒ کے اس مسئلہ پر پیش کردے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے علم غیب کلی نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے کیا ہے کوئی مردِ میدان...... فَھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟''

مسئلہ نمبر...... ۲

حنفیت اور عقیدہ حاضر ناظر

حنفیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موجود بلا مکان اللہ کی ذات بابرکات ہے، جسے عام طور پر اس طرح تعبیر کیا جاتا ہے کہ ہر جگہ ہر مقام پر حاضر ناظر خدالم یزل کی ذات بابرکات ہے، اس ذات کے علاوہ کسی مخلوق خواہ وہ نبی کریم ﷺ ہی کیوں نہ ہوں ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاضر ناظر ماننا کفر ہے، ملاحظہ ہو اس سلسلے میں فریق مخالف ہی کے گھر سے فتوی کہ الفضل ما شھدت بہ الاعدآء

بدعتیوں کے مناظر اعظم مولانا نظام الدّین ملتانی فقہاء احناف کا مسلک نقل کرتے ہیں:

(۱) اگر کسے اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند و ہر چیز میداند او چہ حکم است؟

جواب: او کافر است فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر۔ (انوار شریعت ج ا ص 239 سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواحِ مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے: جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

(۲) ہر آن ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد و لم یولد کا خاصہ ہے اور وہ ذات لا یزال لیس کمثلہ شیء ہے اور اس کی صفات بھی لیس کمثلہ شیء ہیں اور اسی طرح کی صفاتِ ذاتیہ میں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے چنانچہ فتاوی بزازیہ سے مولانا عبد الحیٔ مرحوم و مغفور اپنے فتاویٰ جلد اول ص 328 و جلد 3 ص 5 میں بایں طور پر تحریر فرماتے ہیں:

"و تزوج بلا شھود و قال خدائے و رسول و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانّہ اعتقد انّ الرسول و الملک یعلمان الغیب و نیز بزازیہ است و عن ھذا قال علمائنا من قال انّ ارواح

المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر"، (انوار شریعت، ج2ص239)
ان حوالہ جات سے حنفی موقف نکھر کر سامنے آگیا کہ سادات علماء احناف ہر آن ہر گھڑی حاضر ناظر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کسی مخلوق (خواہ وہ نبی کریم ﷺ ہی کیوں نہ ہوں) کو ہر جگہ ہر آن ہر وقت حاضر ناظر ماننا ان کے نزدیک کفر ہے، اب ذرا بریلوی مذہب بھی ملاحظہ فرمالیں:

بدعتی عقیدہ

بدعتیوں کے غزالی و رازی دوراں وفلاں فلاں مولوی عمر اچھروی صاحب (المتوفی ۱۳۹۲ھ) اپنی بدنام زمانہ کتاب "مقیاسِ حنفیت" میں لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں"

(مقیاسِ حنفیت، ص282)

استغفر اللہ، العیاذ باللہ! وہ حیاء دار نبی! شرم وعفت کا وہ پیکر! جس کی امّت کو یہ تعلیم ہو کہ جب چلو تو نگاہیں نیچی کر کے چلو، جس حیاء دار نبی کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ نئی نویلی دلہن سے زیادہ شرم وحیاء والے، وہ جن کی بیبیوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب تم نبی کی بیبیوں سے کچھ پوچھو تو پردے کے پیچھے سے پوچھو، جس نبی کی عفّت مآب بی بی ہماری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت شرم وحیاء کا یہ عالم ہو کہ فرماتی ہیں:

"جب میرے گھر میں عمر فاروق کی تدفین ہوئی تو اس کے بعد میں پردہ کر کے قبور مطہرہ کی زیارت کو آتی"

جو صدیقہ عفیفہ نبی کی حیاء کو ان الفاظ میں بیان کرے کہ:

"ساری زندگی نہ سرکار نے میرا ستر دیکھا نہ میں نے ان کا ستر دیکھا"

ارے وہ مقام جہاں شرم وحیاء کے مارے فرشتے بھی الگ ہوجائیں، یہ بدبخت بے حیاء کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں، موجود ہوتے ہیں سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں، ملاحظہ فرمارہے ہوتے ہیں، العیاذ باللہ۔

یا اللہ ! آسمان پھٹ کیوں نہیں پڑتا......زمین شق کیوں نہیں ہوجاتی......قلم ٹوٹ کیوں نہیں جاتے......ان بدبختوں کے ہاتھوں پر یہ سب بکواس لکھتے ہوئے رعشہ طاری کیوں نہیں ہوتا......!!

کیا کوئی بے غیرت بیٹا یہ پسند کرے گا کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ مخصوص حالت میں ہو تو اس کا باپ وہاں "حاضر و ناظر" ہو؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں، تو نبی کریم ﷺ کے بارے میں اس قسم کی بکواس کرتے ہوئے تمہیں موت نہیں آتی؟

ہائے ! جس نبی کے دین میں میاں بیوی کو یہ حکم ہو کہ اگر آس پاس کوئی جانور ہو تو اس مخصوص حالت میں نہ آؤ آج اسی دین کے نام لینے والے بدبخت "مقیاسِ حنفیت" کا نام لے کر نبی کو وہاں حاضر ناظر کر رہے ہیں......نہیں......نہیں......خدا کی قسم ہم پیشاب کی بوتل پر لگے ہوئے اس زمزم کے لیبل کو ہرگز فروخت ہونے نہیں دیں گے، یہ بکواس "مقیاس الکفر" تو ہو سکتی ہے "مقیاس حنفیت" نہیں !!

پھر اس بدبخت مولوی نے جس حدیث کو آڑ بنا کر یہ بکواس کی ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تو اتنا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے بیمار تھے اس رات وہ فوت ہو گئے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب سفر سے رات کو گھر آئے تو بیوی نے اس خبر کو ان سے چھپائے رکھا کانوں کان خبر نہ ہونے دی کہ رات کا وقت ہے پوری رات غمگین و حزین رہیں گے ان کی بیوی نے بالکل عام حالات کی طرح ان سے برتاؤ کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے رات کو جماع فرمایا جب صبح ہوئی تو ام سلیم نے یہ خبر جا گزیں سنائی: "رات آپ کے بیٹے فوت ہو گئے تھے میں نے آپ کو خبر نہ کی کہ آپ پریشان ہوں گے اب ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کر دیں"، صبح حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خود سارے واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی جس پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے صبر و استقلال پر بطور تعجب سوالیہ انداز میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اعرستم اللیلۃ

کیا اس اندوہناک واقعہ کے بعد تم نے جماع بھی کیا اور وہ پھر بھی کچھ نہ بولی؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جی ہاں"۔

اس میں یہ کہاں ہے کہ نبی کریم ﷺ خود وہاں موجود تھے؟ زید اگر الیاس عطار سے پوچھے کے حضور رات گھروالی سے جماع کیا؟ اور عطار صاحب بولے جی، تو اس کا مطلب ہے کہ زید وہاں بیٹھا فلم بنا رہا تھا؟ کچھ تو عقل کو ہاتھ لگاؤ۔

چنانچہ علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "اعرستم اللیلۃ" کا یہی معنی بیان کیا جو میں نے ذکر کیا:

السوال للتعجب من صنیعھا و صبرھا و سروراً بحسن رضاھا بقضاء اللہ ثم دعا صلی اللہ علیہ وسلم لھما بالبرکۃ فی لیلتھما فاستجاب اللہ، (شرح مسلم ج2 ص209)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اعرستم اللیلۃ یہ ام سلیم کے اس فعل اور ان کے اس عظیم صبر پر بطور تعجب کے تھا اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر اس طرح خوش اسلوبی سے راضی رہنے پر بطورِ خوشی کے تھا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کیلئے اس رات میں برکت کی دعا کی جو اللہ نے قبول کی یعنی اللہ نے انہیں ایک بیٹے سے نوازا۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی (المتوفی ۱۴۳۶ھ) "اعرستم اللیلۃ" کا مطلب بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت ابوطلحہ سے عمل زوجیت کے متعلق سوال کیا اس کی ان کے اس صبر اور راضی برضائے الٰہی رہنے کے حیرت انگیز جذبے پر تعجب کا اظہار تھا" (شرح مسلم، ج6 ص505، فرید بک سٹال لاہور، دسمبر 2002)

عمر اچھروی صاحب نے یہ روایت مسلم ہی کے حوالے سے نقل کی، مگر مسلم کے شارح امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۷۶ھ) کو یہ شیطانی استدلال نہ سوجھا جو عمر اچھروی کو سوجھا۔ خود مسلم میں اس پر یہ عنوان باندھا گیا:

استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ و حملہ الی صالح یحنکہ و جواز تسمیتہ یوم ولادتہ و استحباب التسمیۃ بعبد اللہ و ابراہیم و سائر اسماء الانبیاء علیہم، (الصحیح للمسلم ج2 ص208)

بچہ کی پیدائش کے وقت اس کو گھٹی دینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبداللہ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر نام رکھنے کا استحسان۔

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ھ) بھی اس روایت پر یہی باب باندھتے ہیں:

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج1 ص366)

ریاض الصالحین میں حضرت نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر "باب الصبر" قائم کیا۔

(ریاض الصالحین، ص54)

ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) نے اس روایت پر باب قائم کیا:
"فی استحباب تحنیکہ"۔
(تحفۃ المولود، ص32)

غرض جس جس محدّث نے اس روایت کو ذکر کیا انہوں نے اس روایت پر کم وبیش اسی عنوان کے باب قائم کئے جو ہم نے ذکر کئے۔

چیلنج

پوری دنیا کے زندہ مردہ بدعتیوں کو چیلنج ہے کہ چودہ سو سال کے مسلّم بین الفریقین کسی بھی شارح حدیث سے اس جملے کا وہ شیطانی مطلب بیان کرنا ثابت کر دیں جو مولوی عمر اچھروی کے فتنہ پرور وحیاء سوز دماغ میں آیا، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جان لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر جھوٹ بول کر تم نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا ہے!!

ایک باطل تاویل کا جواب

پنڈی مناظرے میں مفتی حنیف قریشی رضاخانی، طالب الرحمن زیدی صاحب کو کہتا ہے کہ تم نے آگے کی عبارت نہیں پڑھی اس میں لکھا ہے: "یہ الگ بات ہے مثل کراما کاتبین.... الخ

جواب: یہ تاویل بالکل باطل اور خود مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "حاضر ناظر" ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھیں بند کرلیں تو پھر "ناظر" تو نہ رہے تو عمر اچھروی کی عبارت میں "حاضر ناظر" بیک وقت دونوں لفظوں کا مقصد کیا ہوا؟ نیز یہ تاویل کرنا کہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تم بھی وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "ناظر" ماننا گستاخی سمجھتے ہو تو اگر "ناظر" ہونا گستاخ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے خلاف ہے تو "حاضر" ہونا کیوں نہیں؟

ثانیاً: اگر تمہاری اس تاویل باطل کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھ بند کرلیں تو ان کو آنکھ کے پیچھے نظر نہیں آتا تو ایک طرف تو تم مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ ہیں۔ دیوار تو اتنی موٹی

یہاں تم آنکھوں کے پتلے پتلے پپوٹوں کے پیچھے کے علم کی نفی کر رہے ہو کہ کیا ہو رہا ہے حضور ﷺ کو کچھ علم نہیں، کیا یہ گستاخی نہیں؟؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

ثالثاً: آپ کے مذہب کا اصول ہے کہ ایسا ذو معنیٰ لفظ جس میں نبی کریم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ بھی کفر و گستاخی ہے تو اس میں پہلو نہیں صراحتاً نبی کریم ﷺ کی گستاخی ثابت ہو رہی ہے، اس لئے اگر کوئی پہلو اچھا نکال بھی لو تب بھی یہ گستاخی ہی تسلیم کیا جائے گا، اگر جواب یہ دو کہ ہم آپ کے پہلو کے ذمہ دار نہیں تو اس پر ہمارا جواب ہے کہ پھر ہماری عبارتوں میں آپ کے خود ساختہ احتمالات کے ہم ذمہ دار نہیں!!

رابعاً: مولانا نصیر الدین سیالوی بن مولانا اشرف سیالوی سرگودھوی لکھتے ہیں:

''اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنیٰ کے موہوم ہوں''، (عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج1 ص128)

اس کتاب پر بریلوی استاذ المناظرین مولانا اشرف سیالوی صاحب (المتوفی ۱۴۳۴ھ) کی تقریظ ثبت ہے۔

مولانا منشاء تابش قصوری رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا''۔ (دعوت فکر، ص16، مکتبہ شرفیہ۔ مرید کے 1983)

ایک اور بدعتی نے لکھا:

''کچھ دیوبندی حضرات ان کفریہ عبارات کی تاویلات کرتے ہیں، مگر سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ عبارات کفریہ نہیں تو تاویلات کیوں؟ تاویلات دینے سے تو یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبارات کفریہ ہیں تو تاویلات کی جا رہی ہے''۔ (معرفت، ص102)

اس کتاب پر 36 ''رضاخانی مفتیان'' کی تقریظات موجود ہیں۔

تو جناب آپ کا اس عبارت کو سمجھانا اس کی تاویل کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں پوری دال ہی کالی ہے۔

الحمدللہ! رضاخانیوں کے بنائے ہوئے اپنے ہی اس اصول سے مولانا احمد رضا خان (المتوفی

۱۳۸۰ھ)، مفتی احمد یار گجراتی (المتوفی ۱۳۹۱ھ)، مولانا حشمت علی رضوی (المتوفی ۱۳۸۰ھ)، مولانا نعیم الدین صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ)، مولانا عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۲ھ) وغیرہم کی جن عبارات کی تاویل رضاخانی حضرات کرتے ہیں یا ان کی عبارات کے دفاع میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب کالعدم ہوگیا بلکہ ان کے دفاع میں لکھی جانے والی یہ کتب ان بدعتیوں کے گستاخانِ رسول ﷺ ہونے پر رجسٹری ہے!!!!

خامساً: خود مولوی عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرنا گستاخی وکفر ہے، کیونکہ اس کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی ﷺ بھی حاضر ناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات کی ضرور ہوگی، لیکن بوجہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متنفرّہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے''، (مقیاسِ حنفیت، ص279، دارالمقیاس۔اچھرہ۔دسمبر 1966)

تو عمر اچھروی کا نبی کریم ﷺ کی طرف ان مقامات کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عمر اچھروی گستاخِ رسول ﷺ اور یہ عبارت ایمان سے بعید ہے۔

الحمدللہ! انتہائی مختصر انداز میں اس عبارت کے متعلق رضاخانی تاویل کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں اگر بریلوی پٹاری میں مزید کوئی جواب ہو تو اسے بھی سامنے لے آئے کیونکہ،

یار زندہ صحبت باقی!

مسئلہ نمبر...... ۳

حنفیت اور عقیدہ نور و بشر

سادات حنفیہ کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام افضل البشر ہیں بشریت ان کا کمال ہے ان کے متعلق بشریت کا عقیدہ رکھنا ہرگز توہین نہیں۔

(۱) وقَدْ سُئِلَ الشَّيْخُ وليُّ الدِّينِ العِراقِيُّ: هَلِ العِلْمُ بِكَوْنِهِ صَلّى اللہ تَعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ بَشَرًا ومِنَ العَرَبِ شَرْطٌ في صِحَّةِ الإيمانِ أوْ مِن فُرُوضِ الكِفايَةِ؟ فَأجابَ بِأنَّهُ شَرْطٌ في صِحَّةِ الإيمانِ ثُمَّ قالَ: فَلَوْ قالَ شَخْصٌ: أُومِنُ بِرِسالَةِ مُحَمَّدٍ صَلّى اللَّهُ تَعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ إلى جَمِيعِ الخَلْقِ لَكِنْ لا أدْرِي هَلْ هو مِنَ البَشَرِ أوْ مِنَ المَلائِكَةِ أوْ مِنَ الجِنِّ أوْ لا أدْرِي هَلْ هو مِنَ العَرَبِ أوِ العَجَمِ؟ فَلا شَكَّ في كُفْرِهِ لِتَكْذِيبِهِ القُرْآنَ وجَحْدِهِ ما تَلَقَّتْهُ قُرُونُ الإسْلامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ وصارَ مَعْلُومًا بِالضَّرُورَةِ عِنْدَ الخاصِّ والعامِّ، ولا أعْلَمُ في ذَلِكَ خِلافًا، فَلَوْ كانَ غَبِيًّا لا يَعْرِفُ ذَلِكَ وجَبَ تَعْلِيمُهُ إيّاهُ، فَإنْ جَحَدَهُ بَعْدَ ذَلِكَ حَكَمْنا بِكُفْرِهِ انْتَهى۔ (تفسیر روح المعانی ،ج2،ص325،سورہ آل عمران،164،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

شیخ ولی الدین عراقی سے پوچھا گیا کہ کیا یہ علم رکھنا کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور عرب میں سے ہیں یہ صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے (کہ بعض لوگوں کو علم ہو تو بھی کافی ہے تمام لوگوں کو معلوم ہونا ضروری نہیں) تو فقیہ ولی الدین عراقی نے فرمایا کہ یہ علم رکھنا صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے پھر فرمایا اگر کسی نے کہا کہ میں آپ ﷺ کی رسالت پر تو ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر میں سے ہیں یا جن میں سے ہیں یا فرشتوں میں سے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ آپ ﷺ عربی ہیں یا عجمیوں میں سے ہیں تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس نے قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس عقیدے کا انکار کیا ہے جس کو اہلِ اسلام خلفا عن سلف یعنی پے در پے نقل کرتے آئے ہیں اور ہر خاص و عام کے ہاں بدیہی طور پر ثابت ہے، میرے علم میں نہیں کہ اس مسئلے میں کسی نے اختلاف کیا ہو، پس اگر غبی ہے اور نہیں سمجھتا ہے تو اس کو اس نظریہ کی تعلیم دینا واجب ہے اگر پھر بھی انکار کرے تو

ہم اس پر کفر کا فتویٰ دیں گے۔

نوٹ: یہی فتوی علّامہ محمّد عبد الباقی (متوفی ۱۱۲۲ھ) نے بھی ''شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، ج ۸، ص ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت'' پر نقل کیا ہے۔ اور یہی قول اختصار کے ساتھ ''شرح خرپوتی، ص ۱۵۶، مکتبۃ المدینۃ'' پر بھی موجود ہے۔

(۲) و یشترط لصحۃ الایمان بہ ﷺ معرفۃ اسمہ اذ لا تتم المعرفۃ الا بہ و کونہ بشرا من العرب و کونہ خاتم النبیین اتفاقا لورود ذالک الواقع المتواترۃ، (حاشیۃ الطحاوی، ص ۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

آپ ﷺ پر ایمان کی صحت کیلئے آپ ﷺ کے نام اور عرب میں سے بشر ہونے کی اور آخری نبی ہونے کی معلومات شرط ہیں کہ یہ چیزیں تواتر سے ثابت ہیں۔

یعنی جو یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر ہیں یا نہیں یا آپ ﷺ آخری نبی ہیں یا نہیں تو وہ کافر ہے اس کا آپ ﷺ پر ایمان ہی نہیں چاہے لاکھ دعوے کرے ایمان و محبت کے اور لاکھ نعرے لگائے لبیک یا رسول اللہ کے۔

(۳) وَرَسُولُنَا - سَيِّدُ الْبَشَرِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - غُسِّلَ.... (البدائع الصنائع، ج 1، ص 322، فصل احکام الشہید)

ہمارے رسول مکرّم ﷺ سید البشر کو بھی غسل دیا گیا۔

(۴) مَطْلَبٌ فِي تَفْضِيلِ الْبَشَرِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ وَحَاصِلُهُ أَنَّهُ قَسَّمَ الْبَشَرَ إلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: خَوَاصٌّ كَالْأَنْبِيَاءِ وَأَوْسَاطٌ كَالصَّالِحِينَ مِنْ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ. وَعَوَامٌّ كَبَاقِي النَّاسِ. (فتاویٰ شامی، ج 1، ص 527)

تقسیم کیا بشر کو تین اقسام کی طرف خواص بشر جیسے انبیاء، اوساط بشر (درمیانے) جیسے صالحین یعنی صحابہ و دیگر اور عوام جیسے باقی انسان۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) نے انبیاء کو خواص بشر کہا۔

(۵) عَنْ الْمُحِيطِ أَنَّ الْأَوَّلَ قَسَّمَ الْبَشَرَ إلَى قِسْمَيْنِ: خَوَاصٌّ وَهُمْ الْأَنْبِيَاءُ، وَعَوَامٌّ وَهُمْ مَنْ سِوَاهُمْ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ، (البحر الرائق، ج 1، ص 353، آداب الصلوۃ)

بشر کو دو قسموں کی طرف تقسیم کیا خواص بشر جیسے انبیاء، اور عوام بشر جیسے دیگر مومنین۔

(٦) قَالَ تَاجُ الشَّرِيعَةِ وَعِنْدَ أَكْثَرِ الْمَشَايِخِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ خَوَاصَّ الْبَشَرِ وَهُمُ الْمُرْسَلُونَ أَفْضَلُ مِنْ جَمِيعِ الْمَلَائِكَةِ وَخَوَاصَّ الْمَلَائِكَةِ أَفْضَلُ مِنْ أَوْسَاطِ الْبَشَرِ وَأَوْسَاطَ الْبَشَرِ أَفْضَلُ مِنْ أَوْسَاطِ الْمَلَائِكَةِ، (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج2، ص102)

اکثر مشائخ اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خواص بشر جیسے انبیاء تمام نوری مخلوق یعنی فرشتوں سے افضل ہیں۔

(٧) ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر، (فتاوی بزازیہ، ج3، ص178، دارالفکر بیروت)

بلا شبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں۔

(٨) قَدْ اَرْسَلَ اللّٰهُ تعالی رُسُلاً مِّنَ الْبَشَرِ اِلیَ الْبَشَرِ، (شرح العقائد، ص164، مکتبہ رحمانیہ)

تحقیق اللہ نے بھیجے بشر میں سے رسول بشر کی طرف۔

(٩) مَنْ قَالَ لَا اَدْرِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ اِنْسِیّاً اَوْ جِنِّیّاً یُکَفَّرُ کذا فی الفصول العمادیہ، (فتاوی عالمگیری، ج2، ص226، کتاب السیر)

جو شخص یہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان بشر تھے یا جن، تو اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جائے گا۔

(١٠) وَخَوَاصُّ الْبَشَرِ أَفْضَلُ الْمَلَائِكَةِ، (فتح القدیر، ج8، ص489، باب الایلا)

خواص بشر (یعنی انبیاء) فرشتوں سے افضل ہیں۔

ان تمام حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ احناف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر سمجھنا ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے افضل بشر حتی کہ نوری مخلوق یعنی فرشتوں سے بھی افضل و اشرف سمجھتے ہیں، اب بدعتی حضرات کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

بدعتی عقیدہ

(١) بدعتیوں کے حکیم الامت مفتی منظور احمد اوجھیانوی ثم گجراتی جو مفتی احمد یار نعیمی (المتوفی

۱۳۹۱ھ) کے نام سے معروف ہیں وہ لکھتے ہیں:
''ان کو (یعنی نبی کریم ﷺ کو) بشر ماننا ایمان نہیں''، (تفسیر نعیمی، ج 1، ص 100، مکتبہ اسلامیہ لاہور)
(۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز و بدعتی صدر الافاضل جناب مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں:
''**مسئلہ**: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا''، (خزائن العرفان: ص 2 مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)
(۳) بدعتی جنید زماں ابوعبدالوہاب مولانا عمر اچھروی صاحب (المتوفی ۱۳۹۲ھ) لکھتے ہیں:
''اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ بشر کلام نہیں کرسکتا سوائے ان تین مذکورہ طریقوں کے اور نبی ﷺ سے اللہ تعالی بالمشافہ ہمکلام ہوئے''۔ (مقیاسِ حنفیت، ص 249)
یعنی نبی اللہ تعالیٰ سے تین طریقوں سے ہمکلام ہوسکتا ہے ایک وحی کے ذریعہ دوسرا پردے کے پیچھے تیسرا ارسال ملک کے ذریعہ اور معراج کے دن حضور ﷺ ان تینوں طریقوں کے علاوہ بالمشافہ (ڈائریکٹ) اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے لہذا حضور ﷺ معاذ اللہ بشر نہیں۔ حالانکہ یہ استدلال مبنی بر جہالت ہے تفصیل ہماری کتاب ''دروس مناظرہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۴) موصوف مزید لکھتے ہیں:
''نبی اللہ کو بشر کہنا اور نبی اللہ کی حقیقت انسانی کو بیان کرنا سنت ملائکہ نہیں ہے بلکہ سنت ابلیسی ہے''، (مقیاس النور، ص 195، مکتبہ سلطانیہ لاہور)
اس کا مطلب ہے کہ یہ سارے فقہاء جو نبی کریم ﷺ کو بشر بلکہ افضل البشر کہہ رہے ہیں ان کی بشریت یعنی انسانیت کو بیان کررہے ہیں یہ سب معاذ اللہ سنتِ ابلیسی پر کاربند ہیں؟
(۵) موصوف مزید برستے ہوئے لکھتے ہیں:
''ہاں ابلیس کا عقیدہ بشر کہنے کا ہے ابوجہل اور باقی کفّار کا کہنا بھی یہی تھا.... جب ملائکہ نے نہیں کہا ابلیس نے کہا تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بشر کہنا یہ سنت ملائکہ ہے اور بشر کہنا سنتِ ابلیس ہے''۔ (مقیاس النور، ص 201)

(۶) بدعتی مناظر مولانا عبدالمجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں:
''اندازہ لگائیں جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر ابوالبشر سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے''۔ (مخلصانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش، ص 191، مکتبہ مجیدیہ رحیم یارخان)
یہ عبارت سعیدی صاحب نے اپنے قمر الاسلام جناب پیر قمر الدین سیالوی صاحب (المتوفی سنہ ۱۴۰۱ھ) کے ملفوظات ''انوار قمریہ، ج 1، ص 94'' سے لی ہے۔ مقصود دونوں کا یہ ہے کہ حضور ﷺ جب پہلے بشر یعنی آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تھے تو ان کو بشر ماننا یا کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بشر نہ تھے، معاذ اللہ!!

فائدہ

آج اہل بدعت یہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کو بشر کہنا یا ماننا کفر ہے کیونکہ بشریت میں توہین کا پہلو ہے جیسا کہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب (المتوفی سنہ ۱۳۶۷ھ) و دیگر اکابر بریلویہ کے حوالے سے گزرا۔
ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ علّامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۹۲۳ھ) نے نبی پاک ﷺ کے چارسو کے قریب مبارک ناموں کو اپنی کتاب ''مواہب اللدنیہ'' میں ''حروف تہجی'' کی ترتیب پر جمع کیا ان میں ''ب'' کے ذیل میں چھٹے (۶) نمبر پر نبی ﷺ کا ایک نام **''بشر''** لکھا۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۱۲۲ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا نام **''بشر''** اس لئے ہے کہ آپ ''افضل البشر اور اعظم البشر ہیں اور پھر آپ ﷺ کے بشر ہونے پر ''انما انا بشر مثلکم '' سے استدلال کیا''۔ (مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی: ج4: ص178: دارالکتب العلمیہ بیروت)
نبی کریم ﷺ کے ان ناموں کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ) نے بھی اسی مواہب کے حوالے سے اپنی مایہ ناز کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں جمع کیا اور وہاں بھی اسی ترتیب پر آپ ﷺ کا نام **''بشر''** لکھا۔ (مدارج النبوۃ: ج1: ص473)
قارئین کرام! اب ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کیا ایسے لوگ کسی بھی طرح مسلمان ہوسکتے ہیں جن کو نبی

کریم ﷺ کے اسماء مبارک میں بھی توہین کے پہلو نظر آئیں؟ اور کیا صاحب مواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور جن کی حدیثِ نور عوام کی جیبیں بٹورنے کیلئے میلاد کے جلسوں میں پڑھی جاتی ہے، شارح علّامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ کیا نبی کریم ﷺ کا نام بشر ذکر کرکے گستاخ ہوئے یا نہیں؟ کیا انہوں نے نبی ﷺ کو بشر مان کر معاذ اللہ آپ کے کمالات وفضائل کا انکار نہیں کیا؟

مسئلہ نمبر......۴

حنفیت اور پکار مافوق الاسباب

(کسی کو غائبانہ پکارنا، شیئًا للہ کہنا، حاجت روا مشکل کُشا سمجھنا)

سادات حنفیہ ومشائخ ہندوستان کا عقیدہ ہے کہ مافوق الاسباب یعنی وہ امور جو مخلوق کی قدرت سے باہر ہوں اور کسی سبب کے نتیجے میں ان کا ظہور نہ ہوتا ہو ان امور میں مخلوق خواہ وہ نبی ہو یا کوئی ولی اللہ، ان کی زندگی میں یا بعد از وفات ان سے مدد طلب کرنا ان امور میں اپنی حاجت برآری کیلئے ان کو پکارنا اس نیت سے ان کی قبور کی زیارت کو جانا حرام، شرک اور کفر ہے۔ ان مشائخ کی پیروی میں یہی عقیدہ اہلِ سنّت دیوبند کا بھی ہے۔

(۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

مسالہ: آن چھہ جھال می گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاء للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاء للہ جائز نیست شرک و کفر است و اگر الٰہی بہ حرمت خواجہ شمس الدین پانی پتی حاجات من روا کن گوید مضائقہ ندارد

حق تعالیٰ می فرماید:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ (سورہ اعراف، ۱۹۴)

یعنی از کسائی کہ شما دعا می خواھید سوای خدا نھا بندگان مانند شما آنھا را چہ قدر است کہ حاجت کسی بر آرند؟

و اگر کسی گوید کہ این در حق کفار است کہ بتان را یاد می کردند گفت شود کہ لفظ دون عام است و لفظ معتبر است نہ خصوص محل۔(ارشاد الطالبین، ص 47، 48 طبع ایران، ص 29 طبع لاھور)

یعنی یہ جو جاہل کہتے ہیں کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاء للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاء للہ جائز نہیں یہ شرک وکفر ہے، ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خواجہ شمس الدین پانی پتی کے وسیلے سے میری حاجات کو یا الہی پورا کر دے تو اس میں مضائقہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح ہی بندگانِ خدا ہیں ان کو بھلا کیا قدرت ہے کہ وہ کسی کی حاجت روائی کر سکیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ کافر انہیں پکارتے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں من دون اللہ کا لفظ عام ہے (اس میں ہر ایک داخل ہے اور قرآن میں اعتبار) عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصِ محل کا (یعنی آیت تو کسی خاص موقع یا خاص لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی ہے لیکن اس کے حکم میں قیامت تک کے لوگ شامل ہوتے ہیں الاّ یہ کہ اس کی تخصیص پر کوئی قرینہ ہو)

نوٹ: سیفی حضرات نے جو ارشاد الطالبین کا ترجمہ ”بستان العارفین“ کے نام سے شائع کیا ہے اس میں سے اس عبارت کا نکال دیا ہے۔

(۲) حضرت قاضی صاحب اولیا اللہ کے بارے میں گمراہ کن خیالات رکھنے والوں کا تعارف کرواتے ہوئے ان کے عقائد لکھتے ہیں:

وبعضی در اولیا عصمت و علم غیب خیال می کنند و می دانند کہ اولیاء ہر چہ خواھند ھمان شود و ھر چہ نخواھند معدوم گردہ و از قبور اولیاء باین خیال مرادات خود طلب می کنند و چون در اولیاء اللہ و مقربان درگاہ کہ زندہ این صفت نمی یابند از ولایت آنھا منکری شوند و از فیوض آنھا محروم می مانند۔

بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا

ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں اور جو وہ زندہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت نہ پاتے تو ان کی ولایت کا انکار کر کے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں"۔(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین ،ص1,2،وص12طبع ایران)

(۳) قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"مسئلہ : اگر کسے گوید کہ خدا و رسول برین عمل گواہ اند کافر شود اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آن بسوئے شان کفر است قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرّا الّا ما شاء اللہ یعنی بگوا ے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک نیستم من برائے خویشتن نفع را و نہ ضرر را مگر آنچہ خدا خواہد و اگر نسبت بطریق بسببیت بود مضائقہ ندارد۔

مسئلہ : اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے اولیاء کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، اس لئے پیدا کرنے رزق دینے بلا دور کرنے اور مرض سے شفاء دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے فرمان خداوندی ہے قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرّا الّا ما شاء اللہ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دیجئے میں اپنے آپ کیلئے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین،ص47,48،)

(۴) علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۸۶ھ) لکھتے ہیں:

"مِنْهُمْ مَنْ قَصَدَ بِزِيَارَةِ قُبُورِ الْاَنْبِيَا وَالصُّلَحَآءِ اَنْ يَصِلَ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ وَ يَدْعُوْا عِنْدَهَا وَيَسْاَلُهُمُ الْحَوَآئِجَ وَ هَذَا لَا يَجُوْزُ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ الْعِبَادَةَ وَ طَلَبَ الْحَوَائِجِ وَالْاِسْتِعَانَةَ حَقُّ اللّٰهِ وَحْدَه، (مجمع بحار الانوار، ج2، ص444، طبع حیدر آباد دکن)

بعضے لوگ انبیاء و اولیاء کی قبور کی زیارت کا قصد اس نیت سے کرتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر ان کے پاس دعا کریں اور ان سے اپنے حوائج کو طلب کریں یہ طریقہ علمائے مسلمین میں سے کسی کے ہاں بھی جائز نہیں کہ دعا کرنا (یعنی پکارنا) اور حوائج کا طلب کرنا اور مدد چاہنا صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔

(۵) ابو الثناء شہاب الدین سیّد محمود بن عبد اللہ بن محمود الحسینی آلوسی بغدادی المعروف علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"وأمّا إذا كانَ المَطْلُوبُ مِنهُ مَيِّتًا أوْ غائِبًا فَلا يَسْتَرِيبُ عالِمٌ أنَّهُ غَيْرُ جائِزٍ، وأنَّهُ مِنَ البِدَعِ الَّتِي لَمْ يَفْعَلْها أحَدٌ مِنَ السَّلَفِ....ولَمْ يَرِدْ عَنْ أحَدٍ مِنَ الصَّحابَةِ - رَضِيَ اللهُ تَعالىٰ عَنْهُمْ، وهم أحْرَصُ الخَلْقِ عَلى كُلِّ خَيْرٍ - أنَّهُ طَلَبَ مِن مَيِّتٍ شَيْئًا ....وقَدْ نَهى النَّبِيُّ - صَلّى اللهُ تَعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ - عَنِ اتِّخاذِ القُبُورِ مَساجِدَ، ولَعَنَ عَلى ذَلِكَ، فَكَيْفَ يُتَصَوَّرُ مِنهُ - عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ - الأمْرُ بِالِاسْتِعانَةِ والطَّلَبِ مِن أصْحابِها؟ سُبْحانَكَ هَذا بُهْتانٌ عَظِيمٌ!

وعَنْ أبِي يَزِيدَ البِسْطامِيِّ - قُدِّسَ سِرُّهُ - أنَّهُ قالَ: اسْتِغاثَةُ المَخْلُوقِ بِالمَخْلُوقِ كاسْتِغاثَةِ المَسْجُونِ بِالمَسْجُونِ.

ومِن كَلامِ السَّجّادِ - رَضِيَ اللهُ تَعالى عَنْهُ -: إنَّ طَلَبَ المُحْتاجِ مِنَ المُحْتاجِ سَفَهٌ في رَأْيِهِ وضِلَّةٌ في عَقْلِهِ. (تفسیر روح المعانی، ج7، ص125)

جس سے مشکل کشائی طلب کی جا رہی ہے وہ اگر فوت ہو گیا ہو یا غائب ہو تو کسی ایک عالم دین کو بھی اس کے ناجائز ہونے میں شک نہیں اور یہ کہ یہ عمل بدعت ہے سلف میں سے کسی نے بھی اس کو نہیں کیا...... اسی طرح صحابہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں، باوجود یہ کہ وہ ہر عمل خیر پر سب سے زیادہ عمل کرنے کے حریص تھے کہ انہوں نے اہل قبور سے اپنی کوئی حاجت طلب کی ہو...... اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سب کے بعد کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قبور سے استعانت اور طلب حاجات کا حکم فرمایا ہو؟ اللہ کی ذات پاک ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت بڑا بہتان ہے! بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے قیدی کسی قیدی سے مدد طلب کرے۔

(٦) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وَأَنتَ خَبِيرٌ بِأَنَّ النَّاسَ اليَومَ إِذَا اعتَرَاهُم أَمرٌ خَطِيرٌ وَخَطبٌ جَسِيمٌ فِي بَرٍّ أَو بَحرٍ دَعَوا مَن لَّا يَضُرُّ وَلَا يَنفَعُ وَلَا يَرَى وَلَا يَسمَعُ فَمِنهُم مَن يَّدعُو الخَضِرَ وَإِليَاسَ وَمِنهُم مَن يُّنَادِي أَبَا الخَمِيسِ وَالعَبَّاسَ وَمِنهُم مَن يَّستَغِيثُ بِأَحَدِ الأَئِمَّةِ وَمِنهُم مَن يَضرَعُ إِلَى شَيخٍ مِّن مَشَايِخ

الأُمَّةِ وَلَا تَرَى فِيهِم أَحَدًا يَخُصُّ مَولَاهُ بِتَضَرُّعِهِ وَدَعَاهُ وَلَا يَكَادُ يَمُرُّ لَهُ بِبَالٍ أَنَّهُ لَو دَعَا الله تَعَالَىٰ وَحدَهُ يَنجُوا مِن هَاتِيك الأَهوَالِ فَبِالله تَعَالَىٰ عَلَيكَ قُل لِي أَيُّ الفَرِيقَينِ مِن هَذِهِ الحَيثِيَةِ أَهدَى سَبِيلاً وَأَيُّ الدَّاعِيَينِ أَقوَمُ قِيلاً؟ وَإِلَى اللهِ تَعَالَى المُشتَكَى مِن زَمَانٍ عَصَفَت فِيهِ رِيحُ الجَهَالَةِ وَ تَلَاطَمَت أَموَاجُ الضَّلَالَةِ وَخَرَقَت سَفِينَةُ الشَّرِيعَةِ وَاتُّخِذَتِ الإِستِغَاثَةُ بِغَيرِ اللهِ تَعَالَى لِلنَّجَاةِ ذَرِيعَةً وَ تَعَذَّرَ عَلَى العَارِفِينَ اَلأَمرُ بِالمَعرُوفِ وَحَالَت دُونَ النَّهيِ عَنِ المُنكَرِ صُنُوفُ الحُتُوفِ. (روح المعانی، ج6، ص93، سورہ یونس آیت 22، 23)

تو جانتا ہے کہ آج جب لوگوں کو برّ و بحر میں کوئی عظیم مشکل و مصیبت پیش آتی ہے تو ایسوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، جو نہ (ان کی مشکل) کو دیکھ سکتے ہیں نہ (ان کی پکار) کو سن سکتے ہیں ان میں سے بعضے تو وہ ہیں جو خضر و الیاس علیہما السلام کو پکارتے ہیں بعضے ابوالخمیس وعباس بعضے آئمہ میں سے کسی سے مدد چاہتے ہیں بعضے مشائخ امت کے آگے گریہ وزاری کرتے ہیں کسی کو تو ان میں سے نہیں دیکھے گا جو خالص ایک اللہ کو پکاریں اسی سے دعا مانگے اسی سے گریہ وزاری کریں اور کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ اگر خدا متعال کو تنہا پکارے تو وہ اس سخت مصیبت سے نجات دے دے گا، پس تجھے اللہ کا واسطہ کہ بتا مجھے کہ ان دو فریقوں میں سے کون سیدھے رستے پر ہے؟ پس ہم اللہ ہی سے اس زمانے کی شکایت کرتے ہیں جس میں جہالت کی ہوائیں چل پڑی ہیں اور گمراہی کی موجوں کا تلاطم ہے شریعت کی کشتی ٹوٹ چکی ہے اور اللہ کے غیر سے مدد طلب کرنے کو ذریعہ نجات سمجھا جارہا ہے اللہ والوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا مشکل ہو چکا ہے۔

(۷) علامہ آلوسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

وَقَد قُلتُ يَوماً لِّرَجُلٍ يَّستَغِيثُ فِي شِدَّةٍ بِبَعضِ الأَموَاتِ وَيُنَادِي يَا فُلَانُ أَغِثنِي فَقُلتُ لَهُ: قُل يَا أَللهُ فَقَد قَالَ سُبحَانَهُ [وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ، البقرۃ:6] فَغَضِبَ وَبَلَغَنِي أَنَّهُ قَالَ: فُلَانٌ مُّنكَرٌ عَلَى الأَولِيَاءِ، وَسَمِعتُ عَن بَعضِهِم أَنَّهُ قَالَ: أَلوَلِيُّ أَسرَعُ إِجَابَةً مِّنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهذَا مِنَ الكُفرِ بِمَكَانٍ نَّسأَلُ اللهُ تَعَالَى أَن يَّعصِمَنَا مِنَ الزَّيغِ وَالطُّغيَانِ. (تفسیر روح المعانی، ج12، ص244)

میں نے ایک ایسے شخص کو کہا جو مشکل وقت میں بعض اہلِ قبور کو پکارتا اور کہتا کہ اے فلاں میری مدد

کر، میں نے اس سے کہا کہ یااللہ کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بارے میں میرے بندے تجھ سے سوال کریں تو میں ان کے قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے، تو وہ ایک دم غضبناک ہوگیا اور مجھ تک اس کی یہ بات پہنچی کہ وہ یہ کہتا پھر رہا ہے کہ فلاں (یعنی علامہ آلوسی) اولیاء اللہ کا منکر ہے اور انہیں برا بھلا کہتا ہے اور انہی جیسے بعض لوگوں سے میں نے سنا کہ ''ولی'' اللہ سے جلدی دعا کو قبول کرتا ہے معاذ اللہ یہ صریح کفر ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے شرکیہ عقائد وگمراہی سے محفوظ رکھے۔

(۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''کل من ذھب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود لاجل حاجۃ یطلبھا فانہ اثم اثما اکبر من القتل والزنا الیس مثلہ الا مثل من کان یدعوا المصنوعات او مثل من کان یدعوا اللات والعزّی، (تفھیمات الٰھیہ، ج2، ص45، طبع حیدر آباد دکن)

ہر وہ شخص جو اجمیر شہر یا مسعود سالار کے مزار پر جائے کہ ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو وہ گناہ گار ہے اور اس کا یہ گناہ قتل وزنا سے بڑھ کر ہے (کہ اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا) اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو بتوں لات وعزیٰ کو پوجتا ہے۔

(۹) مزید لکھتے ہیں:

وَاعلَم أَنَّ طَلَبَ الحَوَائِجِ مِنَ المَوتی عَالِماً بِأَنَّهُ سَبَبٌ لِإِنجَاحِهَا كُفرٌ يَجِبُ الإِحتِرَازُ عَنهُ تَحرَمُه هٰذِهِ الكَلِمَةُ وَالنَّاسُ اليَومَ فِيهِ مُنهَمِكُونَ، (الخیر الکثیر، ص105)

جان لے کہ اہل قبور سے حاجات کو طلب کرنا اس نیت سے کہ یہی لوگ حاجات کو پورا کرنے کے واسطے اور سبب ہیں (یعنی ان کے بغیر ہماری حاجات پوری نہیں ہوسکتی ہیں) کفر ہے اس سے بچنا فرض ہے کلمہ شہادت نے اس طریقہ کو حرام کردیا ہے مگر (جاہل) لوگ آج اس میں منہمک ہیں۔

(۱۰) ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

قوله: وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ أَيْ: فَاسْأَلِ اللهَ وَحْدَهُ، فَإِنَّ خَزَائِنَ الْعَطَايَا عِنْدَهُ وَمَفَاتِيحَ الْمَوَاهِبِ وَالْمَزَايَا بِيَدِهِ، وَكُلُّ نِعْمَةٍ أَوْ نِقْمَةٍ دُنْيَوِيَّةٍ أَوْ أُخْرَوِيَّةٍ، فَإِنَّهَا تَصِلُ إِلَى الْعَبْدِ أَوْ تَنْدَفِعُ عَنْهُ بِرَحْمَتِهِ مِنْ غَيْرِ شَائِبَةِ عَرَضٍ وَلَا ضَمِيمَةِ عِلَّةٍ؛ لِأَنَّهُ الْجَوَّادُ الْمُطْلَقُ وَالْغَنِيُّ الَّذِي لَا

يفْتَقِرُ، فَينْبَغِي أَنْ لَا يرْجَى إِلَّا رَحْمَتُهُ، وَلَا يخْشَى إِلَّا نِقْمَتُهُ، وَيلْتَجَأَ فِي عَظَائِمِ الْمَهَامِّ إِلَيهِ وَيعْتَمَدَ فِي جُمْهُورِ الْأُمُورِ عَلَيهِ، وَلَا يسْأَلَ غَيرُهُ؛ لِأَنَّ غَيرَهُ غَيرُ قَادِرٍ عَلَى الْعَطَاءِ وَالْمَنْعِ وَدَفْعِ الضَّرِّ وَجَلْبِ النَّفْعِ، فَإِنَّهُمْ لَا يمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا، وَلَا يمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا، (مرقاۃ المفاتیح ،ج 8،ص،کتاب الآداب باب التوکل والصبر رقم الحدیث 5302)

اللہ کے رسول ﷺ کا قول ہے کہ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کرے کا مطلب یہ ہے کہ ایک اللہ ہی سے اپنی مشکلوں میں سوال و مدد طلب کرکہ بخشش کے خزانے اسی کے پاس ہیں .... ہر قسم کی نعمت یا عذاب دنیاوی و اخروی جو بندے کو پہنچتی ہے یا اسے دور ہوتی ہے اسی کی رحمت سے ہے۔ بغیر کسی شائبہ لالچ و ضمیمہ علت کے، بلاشہ وہ ذات مطلق سخی اور بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں۔ پس لازم ہے کہ اس کی رحمت کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھی جائے اور اس کی پکڑ کے علاوہ کسی کا خوف نہ کیا جائے اور عظیم المرتبت کاموں میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے، اپنے تمام کاموں میں اسی پر بھروسہ رکھا جائے اور اس کے علاوہ کسی سے سوال نہ کیا جائے اس لئے کہ غیر اللہ کسی نعمت کے دینے یا کسی سختی کے روکنے پر قادر نہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان کو دور کر سکتے ہیں بلاشبہ وہ تو اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں، اپنی موت وحیات اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر قادر نہیں (تو دوسروں کو کیا نفع ونقصان دیں گے؟)

(۱۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وليس القادر والفاعل والمتصرف إلا هو، وأولياء اللهِ هم الفانون الهالكون في فعله تعالى وقدرته وسطوته، لا فعل لهم ولا قدرة ولا تصرف لا الآن ولا حين كانوا أحياء في دار الدنيا. (لمعات التنقیح،ج 7،ص 39، کتاب الجهاد ،باب حکم الاسرا)

قادر مطلق فاعل متصرف فی الامور سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، اولیاء اللہ فعل قدرت اور اس کی رب کی حاکمیت کے سامنے فانی اور نیست ہیں یہ اولیاء اللہ کسی قسم کی قدرت وتصرف نہ اب رکھتے ہیں نہ جس وقت یہ زندہ تھے رکھتے تھے۔

(۱۲) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

”اول مدد خواستن چیز دیگر است و پرستش چیز دیگر است عوام مسلمین بر خلاف

حکم شرع از اھلِ قبور مدد میخواھند و پرستش نمی کنند و بت پرستان مدد هم میخواهند و پرستش ہم میکنند پرستش آنست که سجده کند یا طواف نماید یا نام او بطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بنده فلانی بگوید و هر که از مسلمانان جاهل با اهل قبور این چیزها بعمل آرد فی الفور کافر می گردد و از مسلمانی می بر آید ....دوم آنکه بالاستقلال چیزیکه خصوصیت بجناب الٰهی درد مثل دادن فرزند یا بارش باران یا دفع امراض یا طول عمر و مانند ایں چیزها بآنکے دعا و سوال از جناب الٰهی در نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نمایند ایں نوع حرام مطلق بلکه کفر هست و از مسلمانان کسے از اولیائے مذهب خود خواه زنده باشند یا مرده این نوع مدد خواهد از دائره اسلام خارج میشود۔ (فتاوی عزیزی فارسی، ص33، 33، سعیدیہ کتب خانہ پشاور)

اول یہ کہ مدد چاہنا دوسری چیز ہے اور پرستش دوسری چیز ہے عوام مسلمانوں میں یہ نقصان ہے کہ وہ لوگ خلاف شرع طور سے اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں مگر وہ بھی پرستش نہیں کرتے اور بت پرست لوگ بت سے بھی مدد چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں پرستش سے مراد یہ ہے کہ کسی کو سجدہ کرے یا کسی چیز کی عبادت کی نیت سے اس چیز کا طواف کرے یا بطریق تقرب کے کسی کے نام کا وظیفہ کرے یا اس کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے یا اپنے کو کسی کا بندہ کہے اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ ایسا کوئی امر کرے یعنی مثلا اہل قبور کو سجدہ کرے تو وہ فی الفور کافر ہو جائے گا اور اسلام سے خارج ہو جایئے گا۔۔۔دوم مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے مثلا لڑکا دینا یا پانی برسانا یا بیماریوں کو دفع کرنا یا عمر زیادہ کرنا یا ایسی اور چیزیں جو خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں ایسی چیزوں کیلئے کسی مخلوق سے کوئی شخص التجا کرے اور اس شخص کی نیت یہ نہ ہو کہ وہ مخلوق اللہ تعالی کی درگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہمارا مطلب حاصل ہو تو یہ صورت مدد چاہنے کی حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔اور اگر کوئی مسلمان اولیاء اللہ سے اس ناجائز طور سے مدد چاہے یعنی ان کو قادر مطلق سمجھے خواہ وہ اولیاء اللہ زندہ ہوں یا وفات پائے تو وہ مسلمان اسلام سے خارج ہو جائے گا"۔

(۱۳) شیخ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۴۳ھ) لکھتے ہیں:

لِاَنَّ الْخَلْقَ کلهم عُبَید "لا یَمْلِکونَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعاً وَّلا ضراً فهم لغیرهم اولی ان لا یملکوا

لھم ضرا ولا نفعا، (شرح الطریق المحمدیہ، ص 523، طبع استنبول)

ساری مخلوق اس اللہ کی غلامی کا دم بھرتی ہے وہ اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں تو دوسرے کے نفع ونقصان کے تو بدرجہ اولیٰ مالک نہ ہوں گے۔

(۱۴) علامہ ابن نجیم مصری وعلّامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں

(قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّهُ إنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيتَ يتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰہ تَعَالٰی وَاعْتِقَادَهُ ذَلِكَ كُفْرٌ، (البحر الرائق، ج2، ص 321، 322، شامی ج2، ص660 کتاب الصوم مطلب فی النذر الذی یقع للاموات)

ماتن کا قول باطل وحرام ہے چند وجوہ سے ان میں سے ایک یہ کہ نذر ہے مخلوق کیلئے اور نذر لغیر اللہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں دوسری وجہ یہ کہ اگر اس کا گمان ہو کہ میت امورِ دنیوی میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

بدعتی عقیدہ

اس کے مقابلے میں اہل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء اولیاء اللہ ہر چیز پر قادر ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر چیز کا اختیار دے دیا دور وقریب سے ہر ایک کی پکار سنتے ہیں اللہ ان کے وسیلے کے بغیر دعا قبول نہیں کرتا لہٰذا اپنی تمامی حاجات میں ان کو پکارنا ان سے مدد چاہنا ان سے دعا مانگنا نہ صرف جائز بلکہ شعار اہلسنت ہے اس کا منکر معاذ اللہ وہابی گمراہ ہے۔

آج اہل بدعت ببانگ دہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء اللہ کو دونوں جہاں کا مالک کہتے و لکھتے ہیں لیکن حضرت مجدد الف ثانی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں:

''اے سعادت آثار آپ کے مکتوب گرامی میرے متعلق ایک فقرہ یہ تھا خدیونشا تین یعنی مالک دو جہاں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ صفت ذات واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے جل سلطانہ۔ بندہ مملوک جو کسی شے پر قادر نہیں اس کیلئے کہاں گنجائش ہے کہ کسی بھی وجہ سے اپنے خداوند جل سلطانہ کے ساتھ مشارکت

ڈھونڈے اور اپنے خدا ہونے کے راستے پر دوڑ پڑے، خاص کر آخرت کے جہاں مالکیت اور ملکیت کیا حقیقی اور کیا مجازی ذات مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔۔۔اس روز جبکہ قول وفعل سے باز پرس ہوگی اور اولو العزم انبیا کرام کا دل بھی خوف سے لرز رہا ہوگا۔وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت طاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عذر پیش کرے گا''؟

(مکتوبات مترجم علامہ احمد سعید نقشبندی بریلوی، ج1 ص232،233، اعتقاد پبلیکیشنز دہلی)

مسئلہ نمبر......۵

حنفیت اور نذر و نیاز

سادات حنفیہ ومشایخ ہند کا یہ نظریہ ہے کہ نذر و نیاز عبادت ہے لہذا غیر اللہ کیلئے نذر ماننا حرام بلکہ شرک ہے۔ان کی پیروی میں یہی عقیدہ اہل سنت دیوبند احناف کا ہے۔

(۱) امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

واز این عالَم است صیامِ نساء که بنیّت پیران و بیبیان نگاه دارند و اکثر نامهائے ایشان را از نزد خود تراشیده روزه های خود را به نام آنها نیت کنند و در وقت افطار از برای هر روزه طعام خاصی به وضع مخصوص تعیُّن می نمایند و تعیُّن ایام نیز می کنند از برای صیام و مطالب و مقاصد خود را به این روزه ها مربوط می سازند و به توسّل این روزه ها از اینها حوائج خود می خواهند و روای حاجات خود را از آنها می دانند، این شرکت در عبادت است، و بتوسل عبادتِ غیر حاجات خود را از آن غیر خواستن است. شناعت این فعل را نیک باید دریافت. (مکتوبات فارسی ج3، ص364)

اور اسی قسم کا عورتوں کا وہ روزہ بھی ہے جو کہ عورتیں بیبیوں اور پیروں کی نیت سے رکھتی ہیں اور ان

کے اکثر نام اپنی طرف سے تراش کر اپنے روزوں کو ان کے نام کی نیت کرتی ہیں اور ہر روز کے روزہ افطار کے وقت ایک خاص طعام مخصوص طریقہ سے مقرر کرتی ہیں اور روزوں کیلئے دنوں کی تعین بھی کرتی ہیں اور اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلہ سے ان پیروں سے اپنی حاجتیں چاہتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کو ان کی طرف سے جانتی ہیں یہ عبادت شرک ہے اور غیر کی عبادتوں کے ذریعہ اپنی حاجت کو چاہنا ہے اس کام کے برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

(مکتوبات، ج3ص 119 مترجم علامہ سعید احمد نقشبندی بریلوی، ناشر اعتقاد پبلیکیشنز دھلی)

(۲) علامہ ابن نجیم مصری وعلّامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّهُ إنْ ظَنّ أَنَّ الْمَيتَ يتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ ذَلِكَ كُفْرٌ، (البحر الرائق، ج2،ص 321، 322، شامی ج2،ص660 کتاب الصوم مطلب فی النذر الذی یقع للاموات)

ماتن کا قول، باطل وحرام ہے چند وجوہ سے ان میں سے ایک یہ کہ نذر ہے مخلوق کیلئے اور نذر لغیر اللہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں دوسری وجہ یہ کہ اگر اس کا گمان ہو کہ میت امور دنیوی میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

(۳) قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

عبادت مر غیر را جائز نیست و نہ مدد و درخواستن از غیر حق وایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی حق تعالی تعلیم کرد مر بندگان را کہ بگویند خاص ترا عبادت می کنیم یاالھی و خاص از تو مدد می خواهیم بر عبادت و بر ہر چیز ایاک برائی حصر است پس نذر کردن برای اولیا جائز نیست کہ نذر عبادت است و اگر کسی نذر کرد وفای نذر نکند کہ احتراز از معصیت بہ قدر امکان واجب است، (ارشاد الطالبین، ص46، طبع ایران)

غیر اللہ کی عبادت اور اس سے مدد مانگنا جائز نہیں اللہ فرمایا تا ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین یعنی اللہ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ کہیں کہ خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے

مدد کے خواستگار ہیں عبادت اور ہر چیز پر۔ ایاک برائے حصر ہے پس اولیاء اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں کیونکہ نذر بھی عبادت ہے اور اگر کسی نے نذر مان بھی لے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسی نذر معصت ہے اور معصیت سے بچنا بقدر طاقت واجب ہے۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں::

إِنَّهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِغَيْرِ اللهِ فِي حَوَائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيرِ، وَيَنْذُرُونَ لَهُمْ، يَتَوَقَّعُونَ إِنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُورِ، وَيَتْلُونَ أَسْمَائَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا، فَأَوْجَبَ اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ أَنْ يَقُولُوا فِي صَلَاتِهِمْ {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} (الفاتحۃ 1:5)، وَقَالَ تَعَالٰى: {فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا} (الجنّ 72 : 18)، وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الدُّعَاءِ الْعِبَادَةَ، كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُونَ، بَلْ هُوَ الِاسْتِعَانَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى : {بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ} (الأنعام 6:41)، (حجّۃ اللہ البالغۃ، ج1، ص185)

مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذرونیاز دیتے ہیں۔ ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذرونیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔ نیز فرمایا فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا (تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔ اس آیت کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ یہاں استعانت مراد ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ} (بلکہ تم (سخت مصیبت کے وقت) اسی (اللہ) کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے)۔

(۵) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي قَوْلِهِ تَعَالٰى : {إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا} (الحجّ 22 : 73) إلخ، إِشَارَةٌ إِلٰى ذَمِّ الْغَالِينَ فِي أَوْلِيَاءِ اللهِ تَعَالٰى، حَيْثُ يَسْتَغِيثُونَ بِهِمْ فِي الشِّدَّةِ غَافِلِينَ عَنِ اللهِ تَعَالٰى، وَيَنْذُرُونَ لَهُمُ النُّذُورَ، وَالْعُقَلَاءُ مِنْهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُمْ وَسَائِلُنَا إِلَى اللهِ تَعَالٰى، وَإِنَّمَا نَنْذُرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَجْعَلُ ثَوَابَهُ لِلْوَلِيِّ، وَلَا يَخْفٰى أَنَّهُمْ فِي دَعْوَاهُمُ الْأُولٰى أَشْبَهُ النَّاسِ

بِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ، الْقَائِلِينَ: إِنَّمَا نَعْبُدُهُمْ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفَى، وَدَعْوَاهُمُ الثَّانِيَةُ لَا بَأْسَ بِهَا لَوْ لَمْ يَطْلُبُوا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ شِفَاءَ مَرِيضِهِمْ أَوْ رَدَّ غَائِبِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ حَالِهِمُ الطَّلَبُ، وَيُرْشِدُ إِلَى ذٰلِكَ أَنَّهُ لَوْ قِيلَ: انْذُرُوا لِلّٰهِ تَعَالَى وَاجْعَلُوا ثَوَابَهُ لِوَالِدَيْكُمْ، فَإِنَّهُمْ أَحْوَجُ مِنْ أُولٰئِكَ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَفْعَلُوا، وَرَأَيْتُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسْجُدُ عَلَى أَعْتَابِ حَجَرِ قُبُورِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّثْبُتُ التَّصَرُّفَ لَهُمْ جَمِيعًا فِي قُبُورِهِمْ، لٰكِنَّهُمْ مُّتَفَاوِتُونَ فِيهِ حَسَبَ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِمْ، وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يَحْصُرُونَ التَّصَرُّفَ فِي الْقُبُورِ فِي أَرْبَعَةٍ أَوْ خَمْسَةٍ، وَإِذَا طُولِبُوا بِالدَّلِيلِ قَالُوا: ثَبَتَ ذٰلِكَ بِالْكَشْفِ، قَاتَلَهُمُ اللهُ تَعَالَى، مَا أَجْهَلَهُمْ وَأَكْثَرَ افْتِرَائَهُمْ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزْعَمُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ وَيَتَشَكَّلُونَ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَعُلَمَاؤُهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّمَا تَظْهَرُ أَرْوَاحُهُمْ مُّتَشَكِّلَةً وَّتَطُوفُ حَيْثُ شَاءَتْ، وَرُبَّمَا تَشَكَّلَتْ بِصُورَةِ أَسَدٍ أَوْ غَزَالٍ أَوْ نَحْوِهِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهُ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَلَامِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَقَدْ أَفْسَدَ هٰؤُلَاءِ عَلَى النَّاسِ دِينَهُمْ، وَصَارُوا ضِحْكَةً لِّأَهْلِ الْأَدْيَانِ الْمَنْسُوخَةِ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَكَذَا لِأَهْلِ النِّحَلِ وَالدَّهْرِيَّةِ، نَسْأَلُ اللهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ۔ (روح المعاني، ج2، ص212,213)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا (بلاشبہ جن کو [اے مشرکو] تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے)۔اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلوّ کا شکار ہو گئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں ان اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ان میں سے دانشور لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیاء تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں اور یہ نذر و نیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے۔ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں، اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیاء) کے بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان

اولیاء سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو یہ مشرکین ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے] میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض مشرکین تو سب اولیاء کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ ان مشرکین کے اہل علم قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں! ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے اہل علم کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں، کتاب وسنّت اور اسلاف اِمت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں، ان مشرکین نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے، ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔"

نوٹ: علامہ آلوسی نے جو اپنا واقعہ بیان کیا یہ میرے تجربہ میں ہے، بندے کے پاس مسجد میں ایک شخص آیا کچھ ریوڑیاں لیکر کہ یہ غوث پاک کے نام پر تقسیم کرنی ہیں بندہ نے کہا کہ مسجد کے باہر اللہ کے نام پر تقسیم کر دو تو کہا نہیں اللہ کے نام پر نہیں غوث پاک کے نام پر، معاذ اللہ۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ آج جہلاء کے ہاں یہ سب ثواب کیلئے نہیں بلکہ تقرب کیلئے کیا جاتا ہے ان مفتیوں کو حیاء بھی نہیں آتی جو عوام کالانعام کے اس قسم کے عقائد کیلئے جواز و تاویلات کا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔

(۶) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وَمِنْ أُولٰئِکَ عَبَدَۃُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَھَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللہ تَعَالٰی أَعْلَمُ بِحَالِہِ فِیھَا، وَھُمُ الْیَوْمَ أَکْثَرُ مِنَ الدُّودِ۔ (روح المعانی، ج17، ص67)

"ان مشرکوں میں سے بعض وہ ہیں جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان لوگوں سے نفع و نقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر میں جن کی حالت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ موجودہ دور میں

ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہوگئے ہیں۔"

(۷) علامہ محمد بن علی، حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ، وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مُردوں کے نام کی نذو نیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔

(۸) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

كَأَنْ يَّقُولَ: يَا سَيِّدِي فُلَانُ! إِنْ رُدَّ غَائِبِي أَوْ عُوفِيَ مَرِيضِي أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِي، فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا، (قَوْلُهُ: بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ، وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ، وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهُ مَيِّتٌ، وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ، وَمِنْهُ أَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ۔ (فتاوى الشامي، ج2، ص439)

اولیاء کے لیے نذرونیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں سرکار! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آگیا یا میرا مریض شفایاب ہوگیا یا میرا کام ہوگیا تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا یا چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا، یہ نذرونیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذرونیاز ہے، حالانکہ نذرونیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں، دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذرونیاز دی جارہی ہوتی ہے وہ مُردہ ہوتا ہے اور مُردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا، تیسری وجہ یہ کہ نذرونیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر اس ولی کو امور میں تصرف کرنے کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

(۹) فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَالنَّذْرُ الَّذِي يَقَعُ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ بِأَنْ يَّأْتِيَ إِلٰى قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ، وَيَرْفَعَ سِتْرَهُ قَائِلًا: يَا سَيِّدِي فُلَانٌ! إِنْ قَضَيْتَ حَاجَتِي فَلَكَ مِنِّي مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا، بَاطِلٌ إِجْمَاعًا۔ (فتاوىٰ عالمگیری، ج1، ص216)

اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آ کر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تُو میری یہ ضرورت پوری کر دے تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر، یہ اجماعی طور پر حرام ہے۔

(۱۰) یہ مسئلہ مندرجہ ذیل کتب فقہ میں بھی مذکور ہے:

(البحر الرائق لابن نجیم: 2/298، حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح ص: 378)

بدعتی عقیدہ

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ کتنی صراحت کے ساتھ ان سادات احناف علماء نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کی نذر عبادت ہے اس لئے وہ حرام ہے اور عوام جو نذر مانتی ہے اس میں غیر اللہ سے استعانت کا نظریہ اور ان کا تقرب مقصود ہوتا ہے لہذا یہ بالا جماع باطل ہے۔ مگر دوسری طرف اہل بدعت کے اکابر کے یہ گمراہ کن اقوال بھی ملاحظہ ہوں:

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار خان نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنیٰ ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے۔ اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا إِلَيۡهِمۡ۔ نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔'' (جاء الحق، ص 307)

مفتی صاحب نے کارِ حرام کیلئے جو تاویل پیش کی اس کا بطلان ہم انہی کے گھر کے ایک فرد سے دکھا دیتے ہیں، بریلوی شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''آج کل جس طرح اَن پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سندِ جواز پیش کرتے ہیں، اس کا قرآنِ مجید، احادیث ِصحیحہ اور آثارِ صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کتب ِفتاویٰ میں اس نذر کو حرام کہا گیا ہے، یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے، اس میں کتب فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے، بلکہ عدل وانصاف

سے بعید ہے۔“(شرح صحیح مسلم، ج4، ص543)

اس سے قبل لکھتے ہیں:

”بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانے، ”اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا“ تو یہ نذر جائز ہے، کیونکہ یہ نذر لغوی ہے اور جو نذر غیر اللہ کی حرام ہے، وہ نذر فِقہی یا نذر شرعی ہے۔اور نذر لغوی اور نذر شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذر شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذر لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے، لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی جائز ہو جائیں گی، مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی سجدہ ہے، کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزے رکھے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی روزہ ہے اور اسی طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح نذر بالاتفاق عبادت ہے، لیکن لغوی نذر غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جا سکتی ہے، تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جا سکتی ہے، غیر اللہ کے لیے لغوی روزے رکھے جا سکتے ہیں اور لغوی حج کیے جا سکتے ہیں۔علیٰ ہذا القیاس!“ (شرح صحیح مسلم، ج4، ص542-541)

آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمالیا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہ اموات کی نذر ماننا جائز نہیں اس لئے کہ مردہ کسی چیز کا مالک نہیں لیکن دوسری طرف بانی فرقہ مبتدعہ جناب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کے اس عقیدہ کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

”سیّدی عبد الوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں، حضرت سیّدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی، وہ آپ کو پسند آئی، جب مزار شریف میں حاضر ہوئے تو صاحب مزار نے ارشاد فرمایا: عبد الوہاب! وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کیا: ہاں! شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہیئے، ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے وہ کنیز تم کو ہبہ کی، آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں، وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزارِ اقدس کی نذر کی، خادم کو ارشاد ہوا، انہوں نے آپ کی نذر کر دی (صاحب مزار نے) ارشاد فرمایا: اب دیر کاہے کی ہے؟ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔“

(ملفوظات احمد رضا ص:276-275)

اوّل تو بزرگ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی نظر کسی دوسرے کی باندی پر پڑی اور اس پر عاشق ہو گئے کیا بزرگوں کی کھلی توہین نہیں؟ کیا بریلویوں کے بزرگانِ دین مزارات پر دوسروں کی باندیاں تاڑتے ہیں؟ آج جو مزارات پر بے پردگی ہوتی ہے اس کی اصل بھی شاید یہی واقعہ ہو کہ ہماری نظر بھی کسی کی ''باندی'' پر پڑ جائے، پھر اس تاجر کا کنیز کو صاحب قبر پر نذر کر دینا بالکل ناجائز وحرام تھا صاحب قبر کسی چیز کا مالک نہیں لہذا اس بزرگ کا اس باندی سے تمتع حاصل کرنا خالص زنا وحرام تھا، ہمیں وہابی کہنے والے اور ہم پر بزرگوں کی توہین کا الزام لگانے والے دیکھیں کہ خود ایک بزرگ کی کتنی بڑی توہین کر دی!!!!

مسئلہ نمبر......٦

حنفیت اور سالانہ عُرس منعقد کرنا

سادات حنفیہ ومشائخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز وبدعت ہے۔

(۱) قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

لَا یَجُوْزُمَا یَفْعَلُہُ الْجُھَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِیَاءِ وَالشُّھَدَآءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَ الطَّوَافِ حولھا وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالمساجد عَلیھا وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ کَالْاَعْیَادِ وَیُسَمُّوْنَہُ عُرساً عن عائشۃ وعن ابن عباس قالا لما نزل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض طفق یطرح خمیصۃ لہ علی وجھہ فاذا اغتم کشفھا عن وجھہ ویقول ھو کذالک لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد قالت فحذر عن مثل ما صنعوا متفق علیہ وکذا روی احمد والطیالسی عن اسامۃ بن زید وروی الحاکم وصحّحہ عن ابن عباس لعن اللہ زائرات القبور والمتّخذین علیھا المساجد

والسرج و روی مسلم من حدیث جندب بن عبد الملک قال سمعت النبی ﷺ قبل ان یموت بخمس وھو یقول اَلَا لا تتخذوا والقبور مساجد انی انھاکم عن ذالک، (تفسیر مظہری، ج2، ص68,69، دارالاحیاء التراث العربی)

اولیاء اور شہداء کے مزارات پر سجدے کرنا، طواف کرنا، چراغ روشن کرنا ان پر مسجدیں قائم کرنا عید کی طرح مزارات پر عرس کے نام سے میلے لگانا جس طرح آج کل جاہل کرتے ہیں جائز نہیں، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ نے دھاری دار کمبل سے چہرہ مبارک ڈھانک لیا اور دم گھٹا تو منہ سے ہٹادیا (اللہ اکبر ساری دنیا کے مشکل کشاء حاجت روا مختار کل کو اپنی سانس مبارک پر بھی اختیار نہیں از ناقل) اور اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے حضور ﷺ نے اس ارشاد میں یہود و نصاریٰ کے فعل سے مسلمانوں کو باز داشت کی۔ بخاری و مسلم امام احمد و ابو داوَد طیالسی نے بھی حضرت اسامہ بن زی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور چراغ جلاتے ہیں اللہ کی لعنت ہو، مسلم نے حضرت جندب بن عبد الما لک کا قول نقل کیا ہے جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا وفات سے پانچ راتیں پہلے حضور ﷺ فرمارہے تھے ہوشیار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تاکید کے ساتھ تم کو اس کی ممانعت کرتا ہوں۔

(۲) مزید لکھتے ہیں:

مسئلہ قبور اولیاء را بلند کردن و گنبد بر آن ساختن و عرس و امثال آن و چراغاں کردن ھمہ بدعت است"۔ (ارشاد الطالبین، ص50 طبع ایران)

اولیاء اللہ کی قبروں کو بلند کرنا ان کے مزارات پر گنبد بنانا عرس کرنا چراغاں کرنا یہ سب بدعت ہے۔

(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

لا تجعلو زیارۃ قبری عیدًا اقول ھذا اشارۃ الی سدّ مدخل التحریف کما فعل الیھود والنصاریٰ بقبور انبیاءھم و جعلوھا عیدا ماسمّا بمنزلۃ الحج۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج2، ص77، طبع مصر)

میں کہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ" اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کو حج کی طرح عید و میلہ بنا دیا تھا۔"

آج بھی مزارات پر عرس کے نام پر یہی میلہ ٹھیلہ ہوتا ہے۔

(۴) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

عرس کیلئے دن کا التزام کرنا (جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا ہے کہ صاحب قبر کی وفات کے دن کو عرس کا نام دے کر ہر سال منایا جاتا ہے) بدعت ہے۔ (ماخوذ فتاوی عزیزی فارسی، ص 89)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ عرس اگر اس طرح منایا جائے کہ اس دن نئے زرق برق لباس پہن کر مزار پر قوالیاں کی جائیں، اس دن طواف قبور کیا جائے رقص و سرور کی محفل منعقد کی جائے تو ایسا عرس اور اس کے یہ سب امور حرام و ممنوع ہیں۔ (ماخوذ فتاوی عزیزی فارسی، ص 38)

بدعتی نظریہ

آج کے مروّجہ عرسوں میں یہی سب کچھ ہوتا ہے پاک و ہند کے جتنے بھی معروف مزارات ہیں عرس کے موقعوں پر ان کا نظّارہ کرلیں، عورت و مرد کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے، زرق و برق لباس ہوتا ہے، قوالیاں ہوتی ہیں قبور کا طواف ہوتا ہے، منّتیں مانگی جاتی ہیں عرس کو ایک میلے کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷

حنفیت اور قبریں پختہ کرنا، مزارات و گنبد بنانا

سادات حنفیہ اور مشائخ ہند کہتے ہیں کہ قبروں پر مزارات بنانا، قبروں کو پختہ کرنا ان پر گنبد بنانا جائز نہیں، ان کی پیروی میں اہلِ سنّت احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

نهی کرده شود بر گور، بعض گفته اند که مراد هنا کردن است بسنگ و مانند آن، و بعض گفته که مراد خیمه زدن و مانند آن ست که نیز مکروه و منهیٔ عنه ست۔ (اشعّۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج1ص692)

قبر پر (کسی بھی قسم کی عمارت کی) بناء کرنے سے منع کیا گیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد پتھر سے بنانا یا اس جیسی اور بنانا اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد خیمہ بنانا یا اس جیسا اور کچھ اور یہ بھی مکرہ اور شریعت میں اس سے روکا گیا ہے۔

(۲) علامہ حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

عن ابی حنیفه ﷺ انّه یکره ان یبنی علیه بناء من بیت اوقبة او نحو ذالك لما مر من الحدیث اٰنفاً۔ (کبیری،516 مکتبہ نعمانیہ)	امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کی مانند کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے اور یہ مذکورہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

(۳) ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

وَقَالَ التُّورِبِشْتِيُّ: يَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ بِالْحِجَارَةِ، وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهَا، وَالْآخَرُ: أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهَا خِبَاءٌ وَنَحْوُهُ، وَكِلَاهُمَا مَنْهِيٌّ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِيهِ۔ (مرقاة شرح مشکوٰۃ ج4ص61 مکتبہ امدادیہ)

علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر پتھر سے یا اس کی مثل کسی اور چیز سے بناء کرلیا اور دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ بنائے اور یہ دونوں شریعت میں ناجائز ہیں، اس لئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۴) علامہ ابن نجیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ قَالُوا أَرَادَ بِهِ السَّفَطَ الَّذِي يُجْعَلُ فِي دِيَارِنَا عَلَى الْقَبْرِ، (تاتارخانیہ ج1ص130 قدیمی مکتبہ رشیدیہ، بحرالرائق ج2ص340)

اور قبروں پر عمارت نہ بنائی جائے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بلند عمارت ہے جو ہمارے یہاں شہروں میں قبروں پر بنائی جاتی ہیں۔

(۵) شاہ محمد اسحاق الحنفی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

شامیانہ وخیمہ ایستادہ کردن بر قبر مکروہ است و ممنوع کما یظھر من الروایات وفی البخاری (الیٰ ان قال) وفی شرعۃ الاسلام ویکرہ ان یبنی علیٰ القبر مسجداً یصلی فیہ وان یضرب علیہ فسطاط فانما یظل المیّت عملہ (انتھی) ونیز در حدیث شریف وارد است نھی ان یبنی علیہ اَی علی القبر کما رواہ مسلم وبنائی عام است کہ عمارت نمودہ شود بران یا خیمہ ایستادہ کردہ شود کذا ذکرہ الشیخ عبد الحق فی ترجمۃ المشکوٰۃ واصل النھی للتحریم کما ھو مذکور فی اصول الفقہ واصرار بر گناہ صغیرہ کبیرہ است کما ھو رقوم فی کتب العقائد. (مأۃ مسائل ص 123)

قبر پر شامیانہ اور خیمہ لگانا مکروہ ہے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے۔(کچھ آگے لکھتے ہیں کہ) اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ مکروہ ہے کہ قبر پر نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنائی جائے یا اس پر سائبان بنایا جائے اس لئے کہ اس شخص پر اعمال کا سایہ کافی ہے اور اس طرح حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے، جیسا کہ مسلم میں ہے اور بناء کرنا عام ہے، عمارت بنائی جائے یا خیمہ لگایا جائے اسی طرح شیخ عبد الحق دہلوی ؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں ذکر کیا ہے اور نہی اصل میں تحریم کیلئے ہوتی ہے، جیسا کہ کتب اصول فقہ میں ہے اور اگر یہ صغیرہ گناہ ہے تو صغیرہ پر اصرار بھی تو کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ کتب عقائد میں ہے۔

(۶) علامہ علاء الدین ابو بکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

وَكَرِهَ أَبُو حَنِيفَةَ الْبِنَاءَ عَلَى الْقَبْرِ الیٰ ان قال رُوِيَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ: لَا تُجَصِّصُوا الْقُبُورَ وَلَا تَبْنُوا عَلَيْهَا وَلَا تَقْعُدُوا وَلَا تَكْتُبُوا عَلَيْهَا وَلِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ بَابِ الزِّينَةِ وَلَا حَاجَةَ بِالْمَيِّتِ إلَيْهَا ، وَلِأَنَّهُ تَضْيِيعُ الْمَالِ بِلَا فَائِدَةٍ فَكَانَ مَكْرُوهًا .وَيُكْرَهُ أَنْ يُزَادَ عَلَى تُرَابِ الْقَبْرِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَيْهِ بِمَنْزِلَةِ الْبِنَاءِ.
(بدائع الصنائع، ج1ص320، فصل فی احکام الشھید)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر عمارت بنانے کو مکروہ فرمایا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں کو پچ کرو نہ اس پر عمارت بناؤ اور نہ اس پر بیٹھو، نہ ہی کچھ لکھو، اس لئے کہ یہ سب زینت میں سے ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ اس میں مال کا بلا فائدہ ضیاع بھی ہے اس لئے بھی مکروہ ہے، اور قبر پر اس سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈالنا بھی عمارت بنانے کے مترادف ہے۔

(۷) علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وَأورد البُخَارِيّ ذَلِك دَلِيلا على الْكَرَاهَة، وَكره أَحْمد أَن يضْرب على الْقَبْر فسطاطا. وَأوصى إِبْرَاهِيم مرّة أَن لَا تضربوا عَليّ فسطاطا (عمدۃ القاری ج8ص 195 باب نمبر 61 مکتبہ رشیدیۃ۔ کذا فی المغنی ج 2ص 387 بیروت و کذا کشف القناع ص163ج2، بیروت)

امام بخاریؒ یہ حدیث (ابن عمرؓ) قبر پر گنبد کے مکروہ ہونے کیلئے لائے ہیں اور امام احمدؒ نے قبر پر قبہ بنانے کو مکروہ کہا ہے اور علامہ ابراہیمؒ نے یہ وصیت کی ہے کہ ان کی قبر پر گنبد نہ بنایا جائے ۔

(۸) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

مسئلہ آنچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے رفیع بنا میکنند و چراغاں روشن میکنند و ازین قبیل ہرچہ میکنند حرام است یا مکروہ۔ (مالابدمنہ، ص 84)

اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں (مثلاً غلاف عرس وغیرہما) سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں۔

(۹) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

هَذا واسْتُدِلَّ بِالآيَةِ عَلى جَوازِ البِناءِ عَلى قُبُورِ الصُّلَحاءِ واتِّخاذِ مَسْجِدٍ عَلَيْها وجَوازِ الصَّلاةِ في ذَلِكَ، ومِمَّنْ ذَكَرَ ذَلِكَ الشِّهابُ الخَفاجِيُّ في حَواشِيهِ عَلى البَيْضاوِيِّ وهو قَوْلٌ باطِلٌ عاطِلٌ فاسِدٌ كاسِدٌ.

فَقَدْ رَوى أحْمَدُ وأبُو داوُدَ والتِّرْمِذِيُّ والنَّسائِيُّ وابْنُ ماجَهْ عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَعَنَ اللّٰهُ تَعالىٰ زائِراتِ القُبُورِ والمُتَّخِذِينَ عَلَيْها المَساجِدَ والسُّرُجَ ومُسْلِمٌ ألا

وإنَّ مَن كانَ قَبْلَكم كانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أنْبِياءِهِمْ مَساجِدَ، فَإنِّي أنْهاكم عَنْ ذَلِكَ وأحْمَدُ عَنْ أُسامَةَ وهو والشَّيْخانِ والنَّسائِيُّ عَنْ عائِشَةَ، ومُسْلِمٌ عَنْ أبِي هُرَيْرَةَ: ....لَعَنَ اللهُ تَعالى اليَهُودَ والنَّصارى اتَّخَذُوا قُبُورَ أنْبِيائِهِمْ مَساجِدَ وأحْمَدُ والشَّيْخانِ والنَّسائِيُّ إنَّ أُولَئِكَ إذا كانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصّالِحُ فَماتَ بَنَوْا عَلى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرارُ الخَلْقِ يَوْمَ القِيامَةِ وأحْمَدُ والطَّبَرانِيُّ إنَّ مِن شَرارِ النّاسِ مَن تُدْرِكُهُمُ السّاعَةُ وهم أحْياءٌ، ومَن يَتَّخِذُ القُبُورَ مَساجِدَ وعَبْدُ الرَّزّاقِ: مِن شِرارِ أُمَّتِي مَن يَتَّخِذُ القُبُورَ مَساجِدَ. وأيْضًا: كانَتْ بَنُو إسْرائِيلَ اتَّخَذُوا القُبُورَ مَساجِدَ فَلَعَنَهُمُ اللَّهُ تَعالى. إلى غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الأخْبارِ الصَّحِيحَةِ والاثارِ الصَّرِيحَةِ.

وذَكَرَ ابْنُ حَجَرٍ في الزَّواجِرِ أنَّهُ وقَعَ في كَلامِ بَعْضِ الشّافِعِيَّةِ عَدُّ اتِّخاذِ القُبُورِ مَساجِدَ والصَّلاةِ إلَيْها واسْتِلامِها والطَّوافِ بِها ونَحْوِ ذَلِكَ مِنَ الكَبائِرِ، وكَأنَّهُ أخَذَ ذَلِكَ مِمّا ذُكِرَ مِنَ الأحادِيثِ....وكَوْنُ هَذا الفِعْلِ كَبِيرَةً ظاهِرٌ مِنَ الأحادِيثِ، وكَأنَّهُ قاسَ عَلَيْهِ كُلَّ تَعْظِيمٍ لِلْقَبْرِ كَإيقادِ السُّرُجِ عَلَيْهِ تَعْظِيمًا لَهُ وتَبَرُّكًا بِهِ والطَّوافِ بِهِ كَذَلِكَ، وهو أخْذٌ غَيْرُ بَعِيدٍ سِيَّما وقَدْ صَرَّحَ في بَعْضِ الأحادِيثِ المَذْكُورَةِ بِلَعْنِ مَنِ اتَّخَذَ عَلى القَبْرِ سِراجًا، فَيُحْمَلُ قَوْلُ الأصْحابِ بِكَراهَةِ ذَلِكَ عَلى ما إذا لَمْ يُقْصَدْ بِهِ تَعْظِيمًا وتَبَرُّكًا بِذِي القَبْرِ.

وقالَ بَعْضُ الحَنابِلَةِ: قَصْدُ الرَّجُلِ الصَّلاةَ عِنْدَ القَبْرِ مُتَبَرِّكًا بِهِ عَيْنُ المُحادَّةِ لله تَعالىٰ ورَسُولِهِ ﷺ، وإبْداعُ دِينٍ لَمْ يَأْذَنْ بِهِ الله عَزَّ وجَلَّ لِلنَّهْيِ عَنْها ثُمَّ إجْماعًا فَإنَّ أعْظَمَ المُحَرَّماتِ وأسْبابِ الشِّرْكِ الصَّلاةُ عِنْدَها واتِّخاذُها مَساجِدَ أوْ بِناؤُها عَلَيْها، وتَجِبُ المُبادَرَةُ لِهَدْمِها وهَدْمِ القِبابِ الَّتِي عَلى القُبُورِ إذْ هي أضَرُّ مِن مَسْجِدِ الضِّرارِ لِأنَّها أُسِّسَتْ عَلى مَعْصِيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؛ لِأنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ نَهى عَنْ ذَلِكَ وأمَرَ بِهَدْمِ القُبُورِ المُشْرِفَةِ، وتَجِبُ إزالَتُهُ كُلِّ قِنْدِيلٍ وسِراجٍ عَلى قَبْرٍ ولا يَصِحُّ وقْفُهُ ولا نَذْرُهُ. انتهىٰ.

وفِي المِنهاجِ وشَرْحِهِ لِلْعَلّامَةِ المَذْكُورِ: ويُكْرَهُ تَجْصِيصُ القَبْرِ والبِناءُ عَلَيْهِ في حَرِيمِهِ وخارِجِهِ في غَيْرِ المُسَبَّلَةِ إلّا إنْ خُشِيَ نَبْشٌ أوْ حَفْرُ سَبُعٍ أوْ هَدْمُ سَيْلٍ ويَحْرُمُ البِناءُ في المُسَبَّلَةِ، وكَذا تُكْرَهُ الكِتابَةُ عَلَيْهِ لِلنَّهْيِ الصَّحِيحِ عَنِ الثَّلاثَةِ سَواءٌ كِتابَةُ اسْمِهِ وغَيْرِهِ في لَوْحٍ عِنْدَ

رَأْسِهِ أَوْ فِي غَيْرِهِ، نَعَمْ بَحَثَ الأَذْرُعِيُّ حُرْمَةَ كِتابَةِ القُرْآنِ لِتَعْرِيضِهِ لِلامْتِهانِ بِالدَّوْسِ والتَّنْجِيسِ بِصَدِيدِ المَوْتى عِنْدَ تَكَرُّرِ الدَّفْنِ ووُقُوعِ المَطَرِ، ونُدِبَ كِتابَةُ اسْمِهِ لِمُجَرَّدِ التَّعْرِيفِ بِهِ عَلى طُولِ السِّنِينَ لا سِيَّما قُبُورُ الأَنْبِياءِ والصّالِحِينَ لِأَنَّهُ طَرِيقٌ لِلْإعْلامِ المُسْتَحَبِّ، ولَمّا رَوى الحاكِمُ النَّهْيَ قالَ: لَيْسَ العَمَلُ عَلَيْهِ الآنَ فَإنَّ أئِمَّةَ المُسْلِمِينَ مِنَ المَشْرِقِ والمَغْرِبِ مَكْتُوبٌ عَلى قُبُورِهِمْ، فَهو عَمَلٌ أخَذَ بِهِ الخَلَفُ عَنِ السَّلَفِ. ويُرَدُّ بِمَنعِ هَذِهِ الكُلِّيَّةِ وبِفَرْضِها فالبِناءُ عَلى قُبُورِهِمْ أكْثَرُ مِنَ الكِتابَةِ عَلَيْها في المَقابِرِ المُسَبَّلَةِ كَما هو مُشاهَدٌ لا سِيَّما بِالحَرَمَيْنِ ومِصْرَ ونَحْوِها وقَدْ عَلِمُوا بِالنَّهْيِ عَنْهُ فَكَذا هِيَ، فَإنْ قُلْتَ: هو إجْماعٌ فِعْلِيٌّ فَهو حُجَّةٌ كَما صَرَّحُوا بِهِ قُلْتُ: مَمْنُوعٌ بَلْ هو أكْثَرِيٌّ فَقَطْ، إذْ لَمْ يُحْفَظْ ذَلِكَ حَتّى عَنِ العُلَماءِ الَّذِينَ يَرَوْنَ مَنعَهُ، وبِفَرْضِ كَوْنِهِ إجْماعًا فِعْلِيًّا فَمَحَلُّ حُجِّيَّتِهِ كَما هو ظاهِرٌ إنَّما هو عِنْدَ صَلاحِ الأزْمِنَةِ بِحَيْثُ يُنَفَّذُ فِيها الأمْرُ بِالمَعْرُوفِ والنَّهْيُ عَنِ المُنْكَرِ، وقَدْ تَعَطَّلَ ذَلِكَ مُنْذُ أزْمِنَةٍ.

ولَوْ بُنِيَ نَفْسُ القَبْرِ لِغَيْرِ حاجَةٍ مِمّا مَرَّ كَما هو ظاهِرٌ أوْ نَحْوَ تَحْوِيطٍ أوْ قُبَّةٍ عَلَيْهِ في مَقْبَرَةٍ مُسَبَّلَةٍ كَأرْضِ مَواتٍ اعْتادُوا الدَّفْنَ فِيها أوْ مَوْقُوفَةً لِذَلِكَ، بَلْ هي أوْلى هَدْمٍ وُجُوبًا لِحُرْمَتِهِ كَما في المَجْمُوعِ.... وقَدْ أفْتى جَمْعٌ بِهَدْمِ كُلِّ ما بِقَرافَةِ مِصْرَ مِنَ الأبْنِيَةِ حَتّى قُبَّةِ الإمامِ الشّافِعِيِّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ الَّتِي بَناها بَعْضُ المُلُوكِ،.....وبِالجُمْلَةِ لا يَنْبَغِي لِمَن لَهُ أدْنى رُشْدٍ أنْ يَذْهَبَ إلى خِلافِ ما نَطَقَتْ بِهِ الأخْبارُ الصَّحِيحَةُ والآثارُ الصَّرِيحَةُ مُعَوِّلًا عَلى الِاسْتِدْلالِ بِهَذِهِ الآيَةِ؛ فَإنَّ ذَلِكَ في الغَوايَةِ غايَةٌ وفي قِلَّةِ النُّهى نِهايَةٌ، ولَقَدْ رَأيْتُ مَن يُبِيحُ ما يَفْعَلُهُ الجَهَلَةُ في قُبُورِ الصّالِحِينَ مِن إشْرافِها وبِنائِها بِالجِصِّ والآجُرِّ وتَعْلِيقِ القَنادِيلِ عَلَيْها والصَّلاةِ إلَيْها والطَّوافِ بِها واسْتِلامِها والِاجْتِماعِ عِنْدَها في أوْقاتٍ مَخْصُوصَةٍ إلى غَيْرِ ذَلِكَ مُحْتَجًّا بِهَذِهِ الآيَةِ الكَرِيمَةِ، وبِما جاءَ في بَعْضِ رِواياتِ القِصَّةِ مِن جَعْلِ المَلِكِ لَهم في كُلِّ سَنَةٍ عِيدًا وجَعْلِهِ إيّاهم في تَوابِيتَ مِن ساجٍ ومَقِيسًا البَعْضَ عَلى البَعْضِ، وكُلُّ ذَلِكَ مُحادَّةٌ لله تَعالى ورَسُولِهِ ﷺ، وإبْداعُ دِينٍ لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ عَزَّ وجَلَّ. (روح المعانی، ج15،ص231،230،سورۃ الکھف،اٰیت ۲۱)

اور استدلال کیا گیا ہے اس آیت سے صلحاء (ولیوں) کی قبروں پر بناء (گنبدوں) کے جولز پر اور ان پر مساجد بنانے پر اور ان میں نماز پڑھنے پر اور جو علامہ شہاب خفاجی نے حاشیہ بیفادی میں اس کے جواز کو ذکر کیا ہے وہ قول باطل بے کار فاسد اور گھٹیا ہے پس مسند احمد، ابو داؤ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی لعنت ہو قبر کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان پر جو ان قبروں پر مساجد بناتے ہیں (یعنی سجدہ گاہ بناتے ہیں) اور قبروں پر چراغ جلاتے ہیں............ اور ابن حجر مکی کتاب الزواجر میں ذکر کرتے ہیں کہ بعض شافعیہ کلام میں یہاں تک صراحت ہے کہ قبور کو سجدہ گاہ بنانا اور انکی طرف نماز پڑھنا اور ان کا استلام کرنا یعنی چھونا اور ان کا طواف کرنا اور اسی طرح دیگر حرکات گناہ کبیرہ ہیں اور ابن حجر نے انہی دلائل سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں............ اور ان افعال کا کبیرہ ہونا یہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہی حکم قبر کی ہر قسم کی تعظیم پر ہوگا جیسے کہ قبروں پر چراغ جلانا قبروں کی تعظیم کے واسطے...... پھر یہ بات اجماعی ہے کہ حرام افعال میں سب سے بڑا احرام اور شرک کے اسباب میں سے یہ ہے کہ قبر کے نزدیک نماز پڑھنا اور اس کو سجدہ گاہ بنانا اور اس پر عمارت بنانا اور واجب ہے ان اونچی قبروں کو گرانا اور ان پر جو گنبد بنائے گئے ہیں ان کو گرانا کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں اس وجہ سے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں اور واجب ہے کہ قبروں پر جو بھی قندیل یا چراغ ہو اس کو دور کر دیا جائے اور اس کو وقف کرنا اور نذر کرنا بھی جائز نہیں ہے...... اور خصوصاً مصر اور حرمین میں قبروں پر تعمیرات دیکھنے میں آتی ہیں تو اگر کوئی کہے کہ یہ تعمیرات اجماع فعلی ہیں جو کہ حجت ہے تو جواب یہ ہے یہ اس سے زیادہ ممنوع ہے...... اور اجماع فعلی اس وقت حجت تھا کہ جب زمانہ والے مصلح ہوا کرتے تھے کہ اس میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر نافذ تھا اب یہ صفت مفقود ہو چکی ہے اگر عین قبر کو بنائے بغیر حاجب کے یا اس پر چھت یا قبہ بنائے عام مقبرے میں جیسے قبرستانِ عام یا وقف شدہ زمین میں تو اس کو گرانا زیادہ ضروری ہے بوجہ اس کے حرام ہونے کے...... اور ایک بڑی جماعت نے مصر کی ایسی تعمیرات کو گرانے کا حکم دیا حتی کہ امام شافعیؒ کی قبر کے گنبد کو بھی گرانے کا حکم دیا جو کہ بعض بادشاہوں نے بنایا تھا...... اور بالجملہ اسی کیلئے مناسب نہیں ہے جس کو ہدایت کا سب سے کم درجہ بھی نصیب ہو کہ میری

اس تحقیق کی مخالفت کرے جو میں نے صحیح احادیث اور آثار سے اخذ کی اور اس آیت کو معلول کرتے ہوں گے۔ بے شک ایسا کرنا گمراہی کی انتہاء ہے وقلت عقلی (کم عقلی) کی انتہاء ہے اور تو نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ جہلاء ان افعال کو مباح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے جو ولیوں کی قبروں کے ساتھ وہ جاہل کرتے ہیں۔ان کو بلند کرکے اور اس کی گچ کے ساتھ تعمیر کرکے اور ینٹیں لگا کر اور چراغ لٹکا کر اور اس کی طرف نماز پڑھ کر اور اس کا طواف اور استلام کرکے اور ایک وقت معین پر اجتماع (عرس) کرکے...... یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی ہے اور دین میں بدعت کی ایجاد ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔

نوٹ: اس حوالے سے مزید تفصیل کیلئے حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہ کی کتاب ''مقیاسِ سنّت'' ملاحظہ فرمائیں جس سے ہم نے بھی استفادہ کیا ہے۔

بدعتی نظریہ

مگر آج کے بدعتی اولیاء اللہ کی قبروں کو پختہ کرنا ان پر مزارات بنانا ان پر گنبد کو بنانا معاذ اللہ شعار اسلام میں سے سمجھتے ہیں۔اہل بدعت کے شیخ الحدیث مفتی فیض احمد اویسی صاحب (المتوفی ۱۴۳۱ھ) لکھتے ہیں:

''اب تم چاہو تو قبہ جات بر مزارات اولیاء کے منکر ہو کر وہابی ہو جاؤ چاہو اولیاء کرام سے وابستہ ہو کر سنّی مسلمان رہو''۔(مزارات پر گنبد،ص 5،عطاری پبلیشرز کراچی)

ما قبل میں ذکر کردہ احناف جو قبوں و مزارات کے منکر ہیں یہ کیا وہابی ہیں؟ نیز یہ بھی اہل بدعت کا دجل ہے کہ جو مزارات کا منکر ہے وہ معاذ اللہ اولیاء اللہ کا بھی منکر ہے۔ پوری دنیائے اہل بدعت کو چیلنج ہے کہ وہ فقہاء احناف کی کسی ایک فقہ کی کتاب یا عقائد کی کتاب کا حوالہ دیں جو مسلم الثبوت ہو جس میں لکھا ہو کہ مزارات و قبوں کا انکار اولیاء اللہ کے انکار کو مستلزم ہے۔ دیدہ باید۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''انبیاء و اولیاء کے مزارات شعائر اللہ سے ہیں......جن کی تعظیم و توقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے''۔

(مزارات پر گنبد، ص 7)

اس کا مطلب ہے کہ یہ سارے احناف معاذ اللہ شعائر اللہ کی توہین کر کے اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے!

مسئلہ نمبر......۸

حنفیت اور قبروں پر چراغاں کرنا

سادات حنفیہ اور مشائخ ہند کے ہاں قبروں پر چراغاں کرنا جائز نہیں بلکہ مال کا ضیاع ہے ان کی پیروی میں احناف دیوبند بھی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

(ا) ملا علی قاری حنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ زائرات الْقُبُور والمتخذین عَلَیْھَا الْمَسَاجِد والسرج، (ابوداؤد ج 2، ص105، نسائی ج1، ص222، مشکوۃ ج1، ص17، سنن الکبریٰ ج4، ص78)

جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی اور ان پر مسجد بنانے والے او چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وَالنَّھْيُ عَنِ اتِّخَاذِ السُّرُجِ لِمَا فِیهِ مِنْ تَضْیِیعِ الْمَالِ، لِأَنَّهُ لَا نَفْعَ لِأَحَدٍ مِنَ السِّرَاجِ، وَلِأَنَّھَا مِنْ أَثَارِ جَھَنَّمَ، (مرقاۃ، ج2ص 219، مکتبہ امدادیہ۔باب المساجد مواضع الصلوٰۃ)

مذکورہ حدیث میں چراغ روشن کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور مال کا ضیاع ہے اور اس لئے کہ آگ جہنم کا اثر ہے۔

قارئین کرام! ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے قبروں پر چراغ جلانے کے ناجائز ہونے پر تین دلائل پیش فرمائے ہیں۔

(۱) قبروں پر چراغ جلانے سے مال کا ضیاع ہے یعنی ضائع کرنا ہے۔
(۲) اور یہ ناجائز ہے اس لئے کہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔
(۳) اور اس لئے کہ آگ جہنم کا اثر ہے اور چراغ میں بھی آگ ہے اس لئے ناجائز ہے۔
(۲) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

لایجوز مایفعله الجهال یقبور الاولیاء والشهداء من سجود والطواف حولها واتخاذالسراج۔ (تفسیر مظہری ج2ص65)

جائز نہیں جو جاہل لوگ اولیاء، شہداء کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں سجدہ اور اس کے ارد گرد طواف اور اس قبر پر چراغاں کرنے سے۔

(۳) علامہ محی الدین برکلی نقشبندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۸۱ھ) فرماتے ہیں:

وَاَقْبَحُ الْبِدَعِ عَشْرَۃ.... منها طَعَامُ الْمَیِّتِ وَاِیْقَادُ الشُّمُوْعِ عَلَی الْمَقَابِرِ وَالْبِنَاءُ عَلَی الْقَبْرِ وَتَزْیِیْنُهُ وَالْبُیُوْتَۃُ عِنْدَہُ وَالتَّغَنِّی وَالسَّمَاعِ واتِّخاذُ الطَّعَامِ لِلرَّقْصِ وَاجْتِمَاعُ النِّسَاءِ لِلزِّیَارَۃِ الْقُبُوْرِ۔ (بریقہ شرح طریقہ محمدیہ صفحہ122)

قبیح ترین بدعتیں دس ہیں، ان میں سے میت کے گھر کا کھانا اور قبروں پر چراغ جلانا اور قبروں پر عمارت بنانا اور اس کو مزین کرنا اور مکان بنانا اور گانے اور سماع اور کھانا پکانا رقص کیلئے اور عورتوں کا مجتمع ہونا قبروں کی زیارت کیلئے۔

معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغاں بھی قبیح ترین بدعت ہے اور اس فعل کا مرتکب حنفیہ کے ہاں بدعتی ہے۔

(۴) اور علامہ ابن البزاز الکردری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۲ھ) فرماتے ہیں:

وَاِخْرَاجُ الشُّمُوعِ اِلَی رَائِسِ الْقُبُوْرِ بِدْعَۃ" اِتْلَافُ الْمَالِ، (فتاویٰ بزازیۃ هامش هندیۃ ج6 ص372)

قبروں پر چراغوں کا رکھنا بدعت ہے اور مال کا ضیاع ہے۔

(۵) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

مسئلہ قبور اولیاء را بلند کردن و گنبد بر آن ساختن و عرس و امثال آن و چراغاں کردن ہمہ

بدعت است۔بعضی ازان حرام است و بعضی مکروہ پیغمبر خدا ﷺ بر شمع افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگاں را لعنت گفتہ۔(ارشاد الطالبین،ص50طبع ایران)

اولیاء اللہ کی قبروں کو بلند کرنا ان کے مزارات پر گنبد بنانا عرس کرنا چراغاں کرنا یہ سب بدعت ہے۔بعض ان میں حرام و بعض مکروہ تحریمی ہیں۔اور نبی کریم ﷺ نے قبروں کے پاس چراغاں کرنے اور ان کی طرف سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

بدعتی نظریہ

آل بدعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورۃً اولیاء اللہ کی مزارات پر اظہار عظمت کے لیے چراغ روشن کرنا جائز ہے''۔(جاء الحق ص300)

سادات احناف و مشایخ ہند تو اسے بدعت اور ایسا کام کرنے والوں کو بر بنائے حدیث رسول ﷺ لعنتی گردان رہے ہیں اور موصوف اسے جائز قرار دے رہے ہیں۔جب کہ عام بریلوی تو اب ان چراغوں سے تبرک حاصل کرنے لگ گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر......۹

حنفیت اور قبروں پر اذان دینا

سادات احناف کے نزدیک قبر پر اذان دینا خلاف سنت ہے۔ان کی پیروی میں احناف دیوبند بھی یہی کہتے ہیں کہ قبور پر اذان دینا اور اسے ضروری سمجھنا خلاف سنت و بدعت ہے۔

(۱) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لَا يُسَنُّ الْأَذَانُ عِنْدَ إِدْخَالِ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْآنَ، وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتَاواه بِأَنَّهُ بِدْعَةٌ وَقَالَ: وَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ سُنَّةٌ قِيَاسًا عَلَى نَدْبِهِمَا لِلْمَوْلُودِ إِلْحَاقًا لِخَاتِمَةِ الْأَمْرِ

بِابْتِدَائِهِ فَلَمْ يُصِبْ. اه، وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرُهُمْ بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُعْتَادَةِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ مَعَ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ، وَمَا ذَاكَ إلَّا لِكَوْنِهَا لَمْ تُؤْثَرْ فِي خُصُوصِ هَذَا الْمَوْضِعِ، فَالْمُوَاظَبَةُ عَلَيْهَا فِيهِ تُوهِمُ الْعَوَامَّ بِأَنَّهَا سُنَّةٌ فِيهِ، وَلِذَا مَنَعُوا عَنْ الِاجْتِمَاعِ لِصَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي أَحْدَثَهَا بَعْضُ الْمُتَعَبِّدِينَ لِأَنَّهَا لَمْ تُؤْثَرْ عَلَى هَذِهِ الْكَيْفِيَّةِ فِي تِلْكَ اللَّيَالِي الْمَخْصُوصَةِ وَإِنْ كَانَتْ الصَّلَاةُ خَيْرَ مَوْضُوعٍ، (شامی ج2، ص235 مطلب فی دفن المیت)

قبر پر مردے کو دفن کرتے ہوئے اذان دینا سنت نہیں جیسا کہ آج کل رواج چل پڑا ہے اور ابن حجر نے اپنے فتاوی میں اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے۔

(۲) فقہاء احناف فرماتے ہیں:

وَفِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَيُكْرَهُ عِنْدَ الْقَبْرِ كُلَّمَا لَمْ يُعْهَدْ مِنْ السُّنَّةِ وَالْمَعْهُودُ مِنْهَا لَيْسَ إلَّا زِيَارَتُهَا وَالدُّعَاءُ عِنْدَهَا قَائِمًا كَمَا كَانَ يَفْعَلُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الْخُرُوجِ إلَى الْبَقِيعِ، (البحر الرائق، ج2، ص210، درر الحکام شرح غرر الأحکام، ج 2، ص 286، فتح القدیر، ج3، ص431)

قبر کے پاس وہ سب افعال مکروہ ہیں جن کا ثبوت سنّت رسول ﷺ سے نہیں اور سنّت صرف قبور کی زیارت اور ان کیلئے دعا ہے کھڑے ہو کر جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کرتے جب وہ بقیع تشریف لے جاتے۔

بدعتی نظریہ

احناف تو فرماتے ہیں کہ قبروں پر اذان کا ثبوت موجود نہیں جو اسے ضروری سمجھتا ہے وہ بدعتی ہے قبور کیلئے صرف زیارت اور ان کیلئے صرف دعا مشروع ہے لیکن اہل بدعت نے آج اسے اپنا شعار بنایا ہوا ہے اہل بدعت کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کے نام نہاد ثبوت پر پورا ایک رسالہ لکھ مارا۔

لطیفہ: ایک جنازے سے بندہ واپس آرہا تھا تو ہماری واپسی کے بعد قبر پر اہل بدعت نے قبضہ کرلیا اور وہاں اذان دینی شروع کردی تو ایک صاحب نے مجھے بعد میں کہا کہ میں نے وہاں کہا کہ تم عجیب لوگ ہو نماز (یعنی جنازہ) پہلے پڑھ لی اور اذان اب دے رہے ہو۔ یعنی اذان میں تو اصل یہ ہے کہ

نماز سے پہلی دی جائے مگر یہاں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد یہ سب کچھ ہو رہا ہے گویا یہ حرکت عقل کے بھی خلاف ہے۔

مسئلہ نمبر......۱۰

حنفیت اور نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا

سادات احناف اور مشائخ ہند جنازہ کے بعد مروجہ دعا کو بدعت ومکروہ کہتے ہیں کیونکہ جنازہ خود میت کے حق میں دعا ہے جنازہ کے بعد اس دعا کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۱) علامہ علی بن عثمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۹ھ) لکھتے ہیں:

اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ لاَیَقُوْمُ بِالدُّعَاء، (فتاوی سراجیه ،ص 133،ناشر دارالعلوم زکریاساوتھ افریقا)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کیلئے نہ کھڑا رہے۔

(۲) حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری البریقینی الخوارزمی المعروف بزازی یا ابن البزاز الکردری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۲۷ھ) لکھتے ہیں:

لَایَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّہٗ دَعَا مَرَّۃً، (فتاوی بزازیه،ج1،ص53،دارالفکر بیروت)

جنازہ کے بعد دعا کیلئے کھڑا نہ ہو کیونکہ جنازہ کی صورت میں ایک دفعہ دعا تو کر چکا۔

(۳) علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَلاَیَدْعُوْا بَعْدَ التَّسْلِیْمِ، (البحر الرائق،ج2،ص321،دارالکتب العلمیه بیروت)

اور سلام کے بعد دعا نہ کریں۔

(۴) ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

وَلاَ یَدْعُوْا لِلْمَیِّتِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّہٗ یُشْبِہُ الزِّیَادَۃَ فِی صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ، (مرقاۃ المفاتیح،ج4،ص149،مکتبه رشیدیه کوئٹه)

اور دعا نہ مانگے میت کیلئے جنازے کے بعد اس لئے کہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

(۵) ذخیرہ کبری اور محیط میں ہے:

لا یقوم بالدعا بعد صلوۃ الجنازۃ،

(۶) ابن حامد سے مروی ہے:

انّ الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ، (نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے)

(۷) کشف الخطا میں ہے:

قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا (نماز کے بعد دعا کیلئے کھڑا نہ ہو)

(۵ سے لیکر ۷ تک حوالہ جات جا الحق ص ۲۸۷ سے لئے گئے ہیں)

(۸) حضرت مجدد الف ثانی کے جنازے کا حال ان کے سوانح نگار یوں لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم زادہ بزرگ خواجہ محمد سعید دامت برکاتہ امامت نماز جنازہ پیر و پدر بزرگوار خود رضی اللہ عنہ نمودند و بعد از نماز برائی دعای توقف نفرمودند کہ مقتضی سنت چنیں نیست و در کتب فقھیہ معتبرہ مرقوم ست کہ بعد از نماز جنازہ ایستادہ دعا کردن مکروہ است۔ (برکات احمدیہ فارسی، ص294، مطبوعہ استنبول)

حضرت خازن الرحمت رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز جنازہ کی امامت کی کیونکہ یہی آنجناب کے منتخب کردہ امام تھے نماز کے بعد دعا کیلئے توقف نہ کیا کہ سنت نبوی ﷺ اقتضاء نہیں کرتی علاوہ ازیں معتبر کتب میں لکھا جاچکا ہے کہ جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔ (الروضۃ القیومیہ مترجم ،ج4، ص449 ترتیب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ناشر مکتبہ نبویہ لاہور)

بدعتی نظریہ

اب اس کے مقابلے میں اہل بدعت کا غیض وغضب بھی ملاحظہ فرمائیں اس فرقہ کے جنید جناب مولانا عمراچھروی صاحب لکھتے ہیں:

''احناف نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے ہیں وہابی براجانتے ہیں دیوبندی بھی منکر ہیں اب تم فیصلہ کرو کہ

دعا کا انکار کرتے ہوئے تم کون ہوئے؟ (مقیاسِ حنفیت،ص529)

ہم نے احناف کے حوالہ جات نقل کر دئے فیصلہ قارئین خود کر لیں کہ اس دعا کو برا جاننے والے کیا واقعی وہابی ہیں یا احناف؟

موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''اللہ کریم نے اس آیت میں اپنے مومنوں کو خاص طور پر دعا مانگنے کا ارشاد فرمایا اور مومنوں کی دعا کو خصوصیت سے قبول فرمانے کا بھی وعدہ کیا اور جو لوگ اللہ کی دعا سے تکبر میں رہے تو ان کو اللہ نے ذلیل کر کے جہنم میں ڈال کر فرمائیں گے کہ تم وہ جماعت ہو کہ مجھ سے مانگنے والوں کو بھی روکتے تھے اور میرے دربار میں میرے بندوں کو بدعتی کہہ کر ہاتھ پھیلانے نہ دیتے تھے اب تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ جو لوگ نماز فریضہ جنازہ کے بعد دعا سے روکتا ہے تو کیا اس کی سزا جو اللہ تعالی نے سَيَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيۡنَ فرمائی ہے نہ دے گا؟ کیونکہ اللہ تعالی کا اعلان عام ہے''۔ (مقیاس حنفیت،ص530)

معاذ اللہ موصوف کے اس فتوے سے ماقبل میں ذکر کردہ تمامی مشایخ جہنمی ہوئے۔ العیاذ باللہ۔

اس فرقہ کے حکیم الامت جناب مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے''۔ (جاالحق،ص288)

احناف ومشائخ ہند تو اسے مکروہ ناجائز و بدعت کہتے ہیں اور اہل بدعت اسے سنت اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ احناف کے فتوے پر چلنا ہے یا اہل بدعت کا ساتھ دینا ہے۔

مسئلہ نمبر......١١

حنفیت اور جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر کرنا

احناف کے ہاں نماز جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر کرنا یا نعرے وغیرہ لگانا مکروہ یعنی بدعت ہے انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔

(١) شیخ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان المدعو بشیخي زادہ معروف بداماد آفندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی

۷۸ سنہ ۱ھ) لکھتے ہیں

(وَعَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ كَرِهَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْجِنَازَةِ) .وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَيَذْكُرُ عِنْدَ الْجِنَازَةِ فِي نَفْسِهِ،(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر،ج2،ص551)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرات قرآن و جنازہ کے وقت آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے اور فتاوی بزازیہ میں ہے کہ جنازے کے وقت بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے۔

(۲) علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

وَيُطِيلُ الصَّمْتَ إذَا اتَّبَعَ الْجِنَازَةَ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ لِمَا رُوِيَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَكْرَهُونَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ ثَلَاثَةٍ: عِنْدَ الْقِتَالِ، وَعِنْدَ الْجِنَازَةِ، وَالذِّكْرِ؛ وَلِأَنَّهُ تَشَبُّهٌ بِأَهْلِ الْكِتَابِ فَكَانَ مَكْرُوهًا. (البدائع الصنائع،ج1،ص230)

جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خاموشی اختیار کرے اور اس وقت بآواز بلند ذکر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین موقعوں پر آواز بلند کرنے کو ناپسند کرتے جنگ کے وقت جنازہ کے وقت اور ذکر کے وقت اور یہ اہل کتاب سے مشابہت ہے اس وجہ سے مکروہ ہے۔

(۳) امام أبوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الزَّبیدیّ الیمنی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۰ھ) لکھتے ہیں:

وَعَلَى مُتَّبِعِي الْجِنَازَةِ الصَّمْتُ وَيُكْرَهُ لَهُمْ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالْقِرَاءَةِ. (الجوهرة النيرة ،ج1ص180،فتاوی عالمگیری ج1،ص223)

جنازہ کے ساتھ چلنے والے خاموشی اختیار کریں اس وقت ان کیلئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

(۴) شیخ ملا خسرو محمد بن فرامرز بن علي الشهير رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۸۵ھ) لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَيَذْكُرُ فِي نَفْسِهِ، (درر الحكام شرح غرر الأحكام،ج1،ص167)

جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر کرنا مکروہ ہے اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے

(۵) ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

وَيَنْبَغِي لِمَنْ تَبِعَ جِنَازَةً أَنْ يُطِيلَ الصَّمْتَ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَغَيْرِهِمَا فِي الْجِنَازَةِ وَالْكَرَاهَةُ فِيهَا كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ، (البحر الرائق، ج2، ص207)

جو جنازہ کے ساتھ چلے اس پر لازم ہے کہ خاموشی اختیار کرے اس وقت بآواز بلند ذکر کرنا اور تلاوت قرآن وغیرہ کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت کراہت تحریمی ہے۔

(۶) فتاوی بزازیہ میں ہے:

ويكره رفع الصوت بالذكر خلف الجنازة ويذكر في نفسه، (فتاوى بزازيه، ج1، ص54)

جنازہ کے پیچھے چلتے وقت بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مکروہ ہے اور ایسے موقع پر دل میں ذکر کرے

(۷) قاضی خان میں ہے:

يكره رفع الصوت بالذكر فان اراد ان يذكر الله يذكره فى نفسه و عن ابراهيم رحمه الله تعالى كانوا يكرهون ان يقول الرجل وهو يمشى معها استغفروا له غفر الله لكم، (فتاوى قاضى خان، ج1، ص119)

جنازہ کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے اور اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے حضرت امام ابراہیم سے منقول ہے کہ وہ لوگ اس بات کو مکروہ جانتے کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت یہ نعرہ لگایا جائے جنازہ کیلئے اللہ سے بخشش کا سوال کرو اللہ تمہاری بخشش کرے۔

(۸) فتاوی سراجیہ میں ہے:

رفع الصوت بالذكر و قراة القرآن و قولهم كل حى يموت و نحو ذالك خلف الجنازة بدعة، (فتاوى سراجيه، ص130، باب التكفين)

جنازہ کے وقت بآواز بلند ذکر و تلات کرنا مکروہ ہے اور لوگوں کا اس وقت یہ نعرہ لگانا کہ ہر جی نے مرنا ہے یا اس جیسے نعرے وغیرہ (جیسا کہ ہمارے ہاں آج کل نعرہ لگتا ہے کلمہ شہادت۔۔) بدعت ہیں۔

بدعتی نظریہ

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ نبی اکرم ﷺ ان کے اصحاب اور ان کی پیروی میں فقہاء احناف جنازہ

کے وقت باآواز بلند ذکر کرنے کو یا کسی قسم کے نعرے لگانے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے کہ کلمہ شہادت اس کو مکروہ جانتے اور بدعت جانتے مگر اہل بدعت آج نہ صرف نعرے لگاتے ہیں بلکہ باقاعدہ بعض جنازوں میں مائیک کے ساتھ یا باآواز بلند نعت خوانیاں کرتے ہیں یہ سب گناہ و بدعت ہے۔

بانی فرقہ بریلویت جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ) اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

''جنازہ کے آگے پڑھیں'' تو تم پر کروڑوں درود''۔(وصایا ص 15، انجمن انوار القادریہ کراچی)

جب فقہاء نے اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کو بھی اس موقع پر مکروہ لکھا تو خان صاحب کو یہ اجازت کس نے دی کہ وہ اپنی لکھی ہوئی نعتیں اپنے جنازے پر پڑھوائیں؟

خود خان صاحب بریلوی سے یہ سوال ہوا کہ ''جنازہ کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا مولود شریف پڑھنا جائز ہے یا مکروہ بعض کتب فقہ میں اسے مکروہ تحریمی اور تنزیہی لکھا ہے''۔(اذان القبر ص 45، ناشر دارالکتب حنفیہ کراچی باہتمام سید شاہ تراب الحق قادری)

بجائے یہ کہ خان صاحب اپنی حنفیت کا دم بھرتے اور اس فتوے کو برقرار رکھتے ان کے اندر کے بدعتی اور فقہ حنفی کی دشمنی نے انگڑائی لی اور نام نہاد صغرے کبرے ملا کر یہ فتوی جاری کر دیا کہ اگر چہ فقہ نے مکروہ لکھا ہے مگر اب اس دور میں یہ سب جائز ہے۔

سوال یہ ہے کہ خان صاحب کی حیثیت و اوقات کیا ہے کہ وہ فقہاء کرام کے فتوے کو کالعدم قرار دیں؟ کیا یہ شریعت کے مقابل اپنی دین ومذہب گھڑنا نہیں؟ آج جو لوگ فقہ حنفی کے منکر ہیں انہیں کس منہ سے خان صاحب الزام دیتے ہیں؟

مسئلہ نمبر...... ۱۲

حنفیت اور مخصوص راتوں میں چراغاں کرنا

سادات حنفیہ کہتے ہیں کہ مقدس و بابرکت راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے ان راتوں میں چراغاں کرنا یہ مال کا ضیاع ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اسے فائدہ کی چیز سمجھنا گناہ و بدعت ہے۔ ان کی پیروی میں یہی نظریہ احناف دیوبند کا بھی ہے۔

(ا) فقہاء احناف لکھتے ہیں:

وَفِي الْخَانِيَّةِ رَجُلٌ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ لِأَعْمَالِ الْبِرِّ هَلْ يَجُوزُ أَنْ يُسْرَجَ الْمَسْجِدُ مِنْهُ قَالَ الْفَقِيهُ أَبُو بَكْرٍ يَجُوزُ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُزَادَ عَلَى سِرَاجِ الْمَسْجِدِ لِأَنَّ ذَلِكَ إِسْرَافٌ سَوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ فِي رَمَضَانَ أَوْ غَيْرِهِ وَلَا يُزَيِّنُ الْمَسْجِدَ بِهَذِهِ الْوَصِيَّةِ. وَمُقْتَضَاهُ مَنْعُ الْكَثْرَةِ الْوَاقِعَةِ فِي رَمَضَانَ فِي مَسَاجِدِ الْقَاهِرَةِ وَلَوْ شَرَطَ الْوَاقِفُ لِأَنَّ شَرْطَهُ لَا يُعْتَبَرُ فِي الْمَعْصِيَةِ وَفِي الْقُنْيَةِ وَإِسْرَاجُ السُّرُجِ الْكَثِيرَةِ فِي السِّكَكِ وَالْأَسْوَاقِ لَيْلَةَ الْبَرَاءَةِ بِدْعَةٌ، (البحر الرائق، ج 5، ص232، فتاوی قاضی خان، ج3، ص203)

آدمی نے تہائی مال میں سے وصیت کی کہ اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کیا جائے تو کیا اس سے یہ جائز ہے کہ مسجد کے چراغ روشن کئے جائیں (یعنی مسجد میں بقدر ضرورت لائٹس وغیرہ کا بندوبست اس سے کیا جاسکتا ہے؟) تو فقیہ ابو بکر نے کہا کہ جائز ہے۔ لیکن مسجد کے لائٹس کے علاوہ کوئی اور زائد کام کیا جائے یہ جائز نہیں (جیسا کہ ہمارے ہاں چراغاں وغیرہ کیا جاتا ہے) کیونکہ مال کا اسراف ہے خواہ رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان اور اس وصیت کی بنا پر مسجد کو مزین نہیں کیا جائے گا (چراغاں وغیرہ بھی تو تزیین ہی کیلئے ہوتا ہے)...... اسی طرح قنیہ میں ہے کہ لیلۃ القدر کو جو گلیوں کوچوں میں بکثرت چراغاں کیا جاتا ہے یہ سب بدعت ہے۔

بدعتی نظریہ

مگر آج اہل بدعت کی طرف سے مخصوص راتوں میں خصوصاً میلاد و ستائیسویں شب کو کیا کچھ ہوتا ہے ہر ذی علم شخص کو اس کا بخوبی علم ہے۔

مسئلہ نمبر...... ۱۳

حنفیت اور تیجہ، چالیسواں، میت کے کھانے پینے

احناف سادات کے نزدیک مردے کیلئے گھر تیجے چالیسویں جمعراتیوں کے نام پر دعوتیں اڑانا ناجائز مکروہ تحریمی و بدعت ہے۔انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی فتوی ہے۔

(۱) صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ، (فتح القدیر، ج2، ص142)

اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔اور یہ بدعت شنیعہ ہے

(۲) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ: وَرَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ "كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمْ الطَّعَامَ مِنْ النِّيَاحَةِ". وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْأُسْبُوعِ، (شامی، ج2، ص240، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت)

اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔امام احمد بن حنبل و ابن ماجہ صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم گروہِ صحابہ اہل میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔فتاوی بزازیہ میں ہے کہ میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔

نوٹ: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جس روایت کو ذکر کیا ہے وہ ''مسند احمد بن حنبل، ج2، ص294، دارالفکر

بیروت، وسنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن الاجتماع ص 117 " پر موجود ہے۔

(۳) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسی ہیچ نکند۔ (ما لا بد منہ، ص161)

میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) رسمیں مثلا دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں۔

(۴) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "شرح سفر السعادات ص 273 مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور" میں ان رسومات کو بدعت و ناجائز کہا ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

"یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیّت لا نہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ،

اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے، مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیّت لانہا شرعت فی السرور لا فی شرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔

میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بری بدعت ہے۔

والفظ للسراجیۃ لا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ زاد فی الخلاصہ لان الضیافۃ تتخذ عند السرور،

سراجیہ کے الفاظ ہیں کہ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں، اھ خلاصہ میں یہ اضافہ کیا کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے

فتاوٰی امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور۔
غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔
تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لاباس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اہل المیّت،
مصیبت کے لیے تین دن تک بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ جیسے مکلف فرش بچھانے اور میّت والوں کی طرف سے کھانے۔

امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔
یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔

علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اطال ذلک فی المعراج وقال وہذہ الافعال کلہا للسمعۃ والریاء فیتحرز عنہا۔
یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا اور فرمایا: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز آخر الکراھیۃ میں ہے:

یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ہذہ الایام وکذا اکلہا کما فی خیر الفتاوی
یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع ہے، جیسا کہ خیر الفتاوی میں تصریح کی۔

اور فتاوی انقروی اور واقعات المفتین میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام واکلہا لانہا مشروعۃ للسرور،
تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔

کشف الغطاء میں ہے:

ضیافت نمودن اهل میّت اہل تعزیت راو پختن طعام برائے آنها مکروه ست۔ باتفاق روایات چه ایشاں رابه سبب اشتغال بمصیبت استعداد و تهیه آن دشوار است۔

تعزیت کرنے والوں کے لیے اہل میّت کا ضیافت کرنا اور کھانا پکانا باتفاق روایات مکروہ ہے اس لیے کہ مصیبت میں مشغولی کی وجہ سے اس کا اہتمام ان کے لیے دشوار ہے۔

اسی میں ہے:

پس انچه متعارف شده از پختن اهل مصیبت طعام را در سوم و قسمت نمودن آن میان اهل تعزیت و اقران غیر مباح و نامشروع است و تصریح کرده بداں در خزانه چه شرعیت ضیافت نزد سرور ست نه نزد شرور وهو المشهور عند الجمهور۔

تو یہ رواج پڑ گیا ہے کہ تیسرے دن اہل میّت کا کھانا پکاتے ہیں اور اہل تعزیت اور دوستوں کو بانٹتے کھلاتے ہیں ناجائز وممنوع ہے۔ خزانہ میں اس کی تصریح ہے اس لیے کہ شرع میں ضیافت خوشی کے وقت رکھی گئی ہے مصیبت کے وقت نہیں اور یہی جمہور کے نزدیک مشہور ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص ۶۶۲ تا ۶۶۴، ناشر رضا فاونڈیشن لاہور)

مزید تفصیل کیلئے خان صاحب بریلوی کا اس موضوع پر رسالہ: "جَلِیُّ الصَّوْتِ لِنَھْیِ الدَّعْوَۃِ اَمَامَ مَوْت" کا مطالعہ کریں یہ رسالہ الگ سے بھی شائع ہو چکا ہے اور فتاوی رضویہ کی نویں جلد میں بھی موجود ہے۔

بدعتی نظریہ

آپ نے دیکھا کہ احناف سمیت بانی فرقہ بریلویت خان صاحب بریلوی بھی اس تیجہ چالیسویں وقل خوانیوں کی مجالس کو مکروہ و ناجائز سمجھتے ہیں مگر اس سب کے باوجود آج بھی بدعتی طبقہ بڑی دھوم دھام سے ان رسومات کو ادا کر رہا ہے۔ حتی کہ ان خرافات کو انجام دینے کیلئے قرضہ تک لیا جاتا ہے۔ میرے پاس ایک صاحب آئے اور ہاتھ جوڑ کر کہا میرے والد صاحب کا فلاں تاریخ کو چالیسواں ہے جو کچھ تھا باپ کے علاج پر لگ گیا جو بچا تیجے و دیگر ضیافتوں میں لگا دیا اب چچا پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ بھائی کا چالسیواں کرو

ورنہ ہم برادری سے نکال دیں گے میں نے مجبور ہو کر قرضہ لیکر چالیسویں کی محفل منعقد کر دی آپ ہمارے پاس آئیں اور اس دن اس رسم قبیح کی شناعت ہمارے لوگوں میں بیان کریں شاید کہ انہیں حیاء آئے"۔

خود اس فرقہ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی نے بھی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"ان تیجہ چالیسواں اور برسی کی رسموں نے کتنے مسلمانوں کے گھر تباہ کر دیئے"۔ (اسلامی زندگی ص 123، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

اس سب کے بعد بھی اہل بدعت علماء کو حیاء نہیں آتی کہ وہ اب بھی اس رسمِ بد کے جواز کیلئے حیلے بہانے تراشتے ہیں؟۔

مسئلہ نمبر...... ۱۴

حنفیت اور قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا

احناف کہتے ہیں کہ قبروں پر گلاب کی پتیاں پھول وغیرہ ڈالنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ان کی پیروی میں یہی بات احناف دیو بند بھی کہتے ہیں۔

علامہ عینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

وَكَذَلِكَ مَا يَفْعَلهُ أَكثر النَّاس من وضع مَا فِيهِ رُطُوبَة من الرياحين والبقول وَنَحْوهمَا على الْقُبُور لَيْسَ بِشَيْء، وَإِنَّمَا السّنة الغرز. (عمدۃ القاری، ج3، ص189)

جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا یہ کوئی چیز نہیں (لیس شئ) سنت اگر ہے تو شاخ گاڑھنا ہے۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

امام خطابی نے جو ائمہ علم اور قدوہ شراح حدیث میں سے ہیں اس قول کو (پھول وغیرہ قبروں پر ڈالنے کو) رد کیا اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی اور صدر اول میں تھی۔ (اشعۃ اللمعات ج1 ص200)

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی احناف کے امام حافظ فضل اللہ تورپشتی سے نقل کرتے ہیں یہ (قبروں پر پھول ڈالنا وغیرہ) بے مغز و بے مقصد قول ہے اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (لمعات التنقیح، ج، ص 44)

بدعتی نظریہ

اہل بدعت نے اس کو بھی اپنا شعار بنالیا ہے مزارات پر قبور پر چلے جائیں کئی کئی من گلاب کی پتیاں قبروں پر پڑی ہوں گی۔

مسئلہ نمبر...... ۱۵

حنفیت اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا

احناف و مشائخ ہند کے نزدیک غیر اللہ کے تقرب کیلئے اس کے نام پر جانور ذبح کرنا یا جیسے لوگ مرادیں پوری ہونے پر صاحب مزار کی خوشنودی کیلئے اس کے مزار پر جانور ذبح کرتے ہیں حرام ہے اور ایسا جانور خنزیر سے بھی زیادہ نجس ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے احناف کی پیروی میں یہی نظریہ مشائخ احناف دیوبند کا ہے۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

حیوانات را از مشائخ می کنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح می نمایند در روایات فقهیه ایں امر را نیز داخل شرک ساختہ اند دریں مبالغہ نمودہ و ایں را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع است و داخل دائرہ شرک۔ (مکتوبات دفتر سوم مکتوب نمبر 41)

مشائخ کے نام حیوانات کو کرنا اور ان کو قبروں پر لیجا کر ذبح کرنے کو بھی فقہ کی روایات کے مطابق

داخل شرک کیا گیا ہے اور اس میں فقہاء نے مبالغہ کیا ہے اور اس ذبح کو ''جن'' کے نام پر ذبح کرنے کے مترادف ٹھرایا ہے کہ یہ ممنوع ہے اور شرک کے دائرے میں داخل ہے۔

(۲) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعَلَمَاءُ لَوْ اَنَّ مُسْلِماً ذَبَحَ ذَبِیْحَۃً وَقَصَدَ بِذِبْحِهَا التَّقَرُّب اِلَي غیرِ اللہ صَارَ مرتداً و ذَبیحتُہُ ذَبِیحۃَ مُرْتَدِ، (فتاوی عزیزی فارسی، ص21)

''علمائے کرام کا یہ قول ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ غیر اللہ کے تقرب کے لیے کیا تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا۔

مزید لکھتے ہیں:

''بیضاوی وغیرہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ مفسرین نے وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جانور حرام ہے جس پر آواز بلند کریں جب اس جانور کو بت کے واسطے ذبح کریں۔ تو مفسرین کا یہ قول صرف اس بناء پر ہے جو مشرکین کی عادت سابق زمانہ میں تھی اور اسی وجہ سے تفاسیر قدیمہ میں کچھ فرق نہیں کیا اس جانور میں جو غیر اللہ کے نام سے پکارا جائے اور اس جانور میں جو غیر اللہ کے تقرب کیلئے ذبح کیا جائے۔ اس واسطے کے اس زمانہ میں مشرکین کا کفر خالص تھا جب ان کا ارادہ ہوتا تھا کہ کوئی جانور ذبح کریں کہ اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو تو مشرکین وہ جانور غیر اللہ کے نام لیکر ذبح کر لیتے اور یہ صریح کفر ہے۔ پھر ایسے لوگ ہوئے کہ اپنے کو مسلمان جانتے تھے اور فی الواقع شرک کرتے تھے وہ لوگ کفر و اسلام میں خلط کرتے تھے کبھی ایسا کرتے تھے کہ جانور ذبح کرتے کہ اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیکر ذبح کرتے تھے۔ تو اللہ کا نام لینے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی طریقہ پر ذبح ہوا۔ حالانکہ فی الواقع یہ بھی کفر ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ذبح کا یہی طریقہ ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے خواہ یہ منظور ہو کہ اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جائے یا یہ غرض ہو کہ غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کریں۔ بعض لوگوں میں یہ عادت اس زمانہ میں بھی جاری ہے۔ ایسے لوگ مثلاً مشہور کرتے ہیں کہ فلاں شخص سید احمد کبیر کے واسطے گائے ذبح کرنا اور اس میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا کہ جب وہ گائے ذبح کی جائے تو بوقت ذبح اللہ کا نام لے کے ذبح کیا جایئے یا اس وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے ''۔ (فتاویٰ عزیزی فارسی، ص23)

یعنی خواہ بوقت ذبح اللہ کے نام ہی کیوں نہ لیا جائے جب جانور کو کسی بزرگ کے تقرب کیلئے نامزد کر دیا کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو فلاں بزرگ کے نام پر جانور ذبح کروں گا تو یہ جانور بھی حرام اور اس کو جائز سمجھنے والے کافر ہیں کہ غیر اللہ کے تقرب کیلئے اس کو ذبح کیا گیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

ذبح کردن جانور بنام غیر خدا خواہ پیغمبر باشد خواہ ولی خواہ شہید خواہ غیر انسان حرام است و اگر بہ قصد تقرب بنام اینها ذبح کردہ باشد ذبیحہ آن جانور ہم حرام و مردار میشود و ذبح کنندہ مرتد میشود"۔(فتاویٰ عزیزی فارسی، ص39)

غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا خواہ پیغمبر، ولی، شہید کے نام پر ہو تو وہ ذبیحہ حرام اور اگر ان کا تقرب حاصل کرنے کیلئے یہ کیا تو ذبیحہ بھی حرام و مردار ہو جائے گا اور ایسا کام کرنے والا بھی مرتد ہو جائے گا۔

بدعتی نظریہ

اس کے مقابلے میں اہل بدعت بزرگوں کا تقرب حاصل کرنے کیلئے اور ان کی نذر و نیاز کرنے کیلئے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اپنی مرادیں پوری ہونے پر ان کے مزارات پر جانور لے جا کر ذبح کرتے ہیں یہ سب حرام ہے اور ایسا جانور مردار ہے۔ افسوس کے مسلمانوں کو اس حرام کاری وکفر میں مبتلا کرنے کیلئے اہل بدعت علماء کو اپنی کتب میں دلائل لکھتے ہوئے حیاء بھی نہیں آتی۔

مسئلہ نمبر......۱۶

حنفیت اور قوالیاں کرنا وجد لانا

سادات احناف کے ہاں مروجہ قوالیاں کئی حرام چیزوں پر مشتمل ہیں جن کی وجہ سے ان کا سننا اور ان محافل میں شرکت کرنا حرام ہے اسی طرح اہل بدعت کے ایک گروہ جو"سیفی" کہلاتا ہے خود پر وجد طاری کرتے ہیں اور مسجد میں اچھل کود کرتے ہیں یہ سب بھی جہالت اور غیر مشروع ہے۔

(۱) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَعَنْ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَنَّهُ كَرِهَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْجِنَازَةِ وَالزَّحْفِ وَالتَّذْكِيرِ، فَمَا ظَنُّك بِهِ عِنْدَ الْغِنَاءِ الَّذِي يُسَمُّونَهُ وَجْدًا وَمَحَبَّةً فَإِنَّهُ مَكْرُوهٌ لَا أَصْلَ لَهُ فِي الدِّينِ. قَالَ الشَّارِحُ: زَادَ فِي الْجَوْهَرَةِ: وَمَا يَفْعَلُهُ مُتَصَوِّفَةُ زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ وَالْجُلُوسُ إلَيْهِ وَمَنْ قَبْلَهُمْ لَمْ يَفْعَلْ كَذَلِكَ، وَمَا نُقِلَ أَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - سَمِعَ الشِّعْرَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى إبَاحَةِ الْغِنَاءِ. وَيَجُوزُ حَمْلُهُ عَلَى الشِّعْرِ الْمُبَاحِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى الْحِكْمَةِ وَالْوَعْظِ، وَحَدِيثُ تَوَاجُدِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لَمْ يَصِحَّ، وَكَانَ النصرآباذي يَسْمَعُ فَعُوتِبَ فَقَالَ: إنَّهُ خَيْرٌ مِنْ الْغِيبَةِ فَقِيلَ لَهُ هَيْهَاتَ بَلْ زَلَّةُ السَّمَاعِ شَرٌّ مِنْ كَذَا وَكَذَا سَنَةً يَغْتَابُ النَّاسَ، وَقَالَ السِّرِّيُّ: شَرْطُ الْوَاجِدِ فِي غَيْبَتِهِ أَنْ يَبْلُغَ إلَى حَدٍّ لَوْ ضُرِبَ وَجْهُهُ بِالسَّيْفِ لَا يَشْعُرُ فِيهِ بِوَجَعٍ ،انتهى۔ قُلْت: وَفِي التَّتَارْخَانِيَّة عَنْ الْعُيُونِ إنْ كَانَ السَّمَاعُ سَمَاعَ الْقُرْآنِ وَالْمَوْعِظَةِ يَجُوزُ، وَإِنْ كَانَ سَمَاعَ غِنَاءٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ وَمَنْ أَبَاحَهُ مِنْ الصُّوفِيَّةِ، فَلِمَنْ تَخَلَّى عَنْ اللَّهْوِ، وَتَحَلَّى بِالتَّقْوَى، وَاحْتَاجَ إلَى ذَلِكَ احْتِيَاجَ الْمَرِيضِ إلَى الدَّوَاءِ. وَلَهُ شَرَائِطُ سِتَّةٌ: أَنْ لَا يَكُونَ فِيهِمْ أَمْرَدُ، وَأَنْ تَكُونَ جَمَاعَتُهُمْ مِنْ جِنْسِهِمْ، وَأَنْ تَكُونَ نِيَّةُ الْقَوْلِ الْإِخْلَاصَ لَا أَخْذَ الْأَجْرِ وَالطَّعَامِ، وَأَنْ لَا يَجْتَمِعُوا لِأَجْلِ طَعَامٍ أَوْ فُتُوحٍ، وَأَنْ لَا يَقُومُوا إلَّا مَغْلُوبِينَ وَأَنْ لَا يُظْهِرُوا وَجْدًا إلَّا صَادِقِينَ.

وَالْحَاصِلُ: أَنَّهُ لَا رُخْصَةَ فِي السَّمَاعِ فِي زَمَانِنَا لِأَنَّ الْجُنَيْدَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - تَعَالَى تَابَ عَنْ السَّمَاعِ فِي زَمَانِهِ (شامی ج6، ص349، کتاب الحظر والاباحۃ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونچی آواز کو ناپسند فرمایا چار موقعوں پر (۱) تلاوت قرآن (۲) جنازہ (۳) لڑائی (۴) ذکر کے وقت ۔پس تیرا کیا گمان ہے اس رفع صوت کے بارے میں جو اس گانے باجے کے وقت ہوتی ہے جس کو صوفیاء وجد اور محبت کہتے ہیں ۔یہ مکروہ ہے دین میں اس کی کوئی اصل نہیں ۔(شارح فرماتے ہیں) جوہرہ کتاب میں یہ بھی زاید ہے کہ وہ عمل جو ہمارے زمانے کے نام نہاد صوفیاء کرتے ہیں حرام ہے ۔ان کے پاس جانے کا ارادہ کرنا اور ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے ۔ان سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا۔اور یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے شعر کو سنا یہ اس غناء (قوالی وغیرہ) کی

اباحت پر دلالت نہیں کرتا۔اس کو محمول کیا جائے ان اشعار پر جو مباح ہو اور حکمت و وعظ پر مشتمل ہو اور وجد والی حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ۔شیخ نصر آبادی سماع کے قائل تھے تو اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔شیخ نے کہا کہ یہ غیبت سے تو اچھا ہے،تو ان کو جواب دیا گیا کہ تیرا ناس ہو یہ سماع (قوالیاں) تو کئی سال لوگوں کی غیبت کرنے سے بھی برا ہے ۔سری سقطی فرماتے ہیں وجد کی شرط یہ ہے کہ اگر اسکے چہرے کو تلوار سے مارا جائے تو اسے درد محسوس نہ ہو۔فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ قرآن و وعظ کا سماع جائز ہے ۔اور اگر غناء یعنی قوالیوں کا سماع ہو تو بالاجماع حرام ہے ۔اور صوفیاء میں سے جنہوں نے اس کو مباح قرار دیا ہے تو وہ سماع ہے جو لھو سے خالی ہو تقوے کے ساتھ مزین ہو۔اور اس کو اس کی ایسی ضرورت ہو جیسے مریض کو دوا کی ضرورت ہوتی ہے ۔اس کی چھ شرائط ہیں:

(۱) کوئی خوبصورت لونڈا نہ ہو۔

(۲) سارے ایک نظریہ کے ہوں ۔یعنی صوفی ہوں ۔

(۳) ان کی نیت خالص اللہ کی رضا ہو۔

(۴) کھانے پینے اور پیسے بٹورنے کی نیت نہ ہو۔

(۵) جب اٹھیں تو مغلوب الحال ہوں ۔

(۶) اپنے وجد کا اظہار نہ کرے مگر صدق کے ساتھ یعنی سچا وجد کر رہے ہوں ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سماع کی رخصت نہیں کیونکہ جنید بغدادی اپنے زمانے میں سماع سے تائب ہو گئے تھے ۔

(۲) علّامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ الْإِمَامُ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ بَيَانُ كَرَاهَةِ رَفْعِ الصَّوْتِ عِنْدَ سَمَاعِ الْقُرْآنِ، وَالْوَعْظِ فَتَبَيَّنَ بِهِ أَنَّ مَا يَفْعَلُهُ الَّذِينَ يَدَّعُونَ الْوَجْدَ، وَالْمَحَبَّةَ مَكْرُوهٌ وَلَا أَصْلَ لَهُ فِي الدِّينِ وَتَبَيَّنَ بِهِ أَنَّهُ يُمْنَعُ الْمُتَقَشِّفَةُ وَحَمْقَى أَهْلِ التَّصَوُّفِ مِمَّا يَعْتَادُونَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَتَمْزِيقِ الثِّيَابِ عِنْدَ السَّمَاعِ، لِأَنَّ ذَلِكَ مَكْرُوهٌ فِي الدِّينِ عِنْدَ سَمَاعِ الْقُرْآنِ، وَالْوَعْظِ فَمَا ظَنُّك عِنْدَ سَمَاعِ الْغِنَاءِ، (البحر الرائق،ج5،ص82)

امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تلاوت قرآن و ذکر کے وقت آواز بلند کرنے کی

کراہت مذکور ہے۔پس اس سے واضح ہوا ہمارے زمانے کے جہال صوفیاء جو وجد ومحبت الٰہی میں غرق ہونے کادعوی کرتے ہیں اوراس بنیاد پر جوحرکتیں کرتے ہیں مکروہ وناجائز ہیں اوراس زمانے کے احمق صوفیوں کومنع کیاجائے گا سماع کے وقت آواز بلند کرنے سے اورکپڑے پھاڑنے سے جو وہ وجد کے نام پرکرتے ہیں اس لئے کہ یہ سب کچھ تو دین میں تلاوت قرآن کے وقت بھی مکروہ ہے تواس سماع کے وقت کیسے جائز ہوسکتاہے؟

(۳) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’ان شرائط میں سے اکثر آج کل کے سماع سننے والوں میں مفقود ہیں بلکہ اس قسم کاسماع اوررقص جو اس وقت عام ہے اوراس قسم کااجتماع جوآج کل مروج ہے کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر مضراورتربیت باطنی کے بالکل منافی ہے ۔ایسے سماع سے عروج کا خیال کرنا بالکل بے معنی ہے‘‘۔(مکتوبات، ج2، ص762،دفتر اول حصہ پنجم مکتوب285)

بدعتی نظریہ

مگر آج اہل بدعت کی شاید ہی کوئی محفل ہوکسی مزار کا کوئی عرس ہو جو ان خرافات سے خالی ہو۔بعض اہل بدعت کہتے ہیں کہ ہم تو قوالی کے قائل نہیں یہ تو جہلاء کرتے ہیں تو جناب ملاحظہ فرمائیں اپنے گھر کے حوالے کیایہ بھی جہلاء ہیں؟

ایک بریلوی ولی صاحب فرماتے ہیں:

’’سماع کے متعلق فرمایا میاں میں تو چشتی ہوں میرے کان میں تو ہر وقت ڈھولک کی آواز آتی ہے‘‘۔(فتح محمد،ص122)

اس کتاب کامقدمہ مفتی منیب الرحمن کے مدرسے دارالعلوم نعیمیہ کے ناظم تعلیمات مولوی جمیل احمد نعیمی نےلکھااوراس کتاب کی مکمل تائیدوتوثیق کی ہے۔

بریلوی استاذ العلماء جوموجودہ دور کے بڑے بڑے بریلوی مولویوں کے استاذ ہیں یعنی عطاء محمد بندیالوی اس نے خرافاتی قوالی کے جواز پر پوراایک رسالہ’’قوالی کی شرعی حیثیت‘‘ کے نام سے لکھا ہے۔

اس میں موصوف مروجہ ڈھول ڈھمکا ساز و باجے والے قوالی کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہی مروجہ قوالی ہے جس سے مانعین کو انکار ہے حالانکہ یہ قوالی شعار دین ہے''۔(قوالی کی شرعی حیثیت،ص28)

معاذ اللہ ایک حرام کو''شعار دین'' کہنا صریح کفر ہے۔مروجہ قوالیوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا کس کو معلوم نہیں اسے شعار دین سے تعبیر کرنا اس سے بڑی بد بختی اور کیا ہوگی؟

مزید لکھتے ہیں:

''صحابہ تابعین،تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے قوالی مع مزامیر سنی ہے''۔(قوالی کی شرعی حیثیت،ص27)

اس کے علاوہ اس پورے رسالے کا موضوع ہی ساز و آلات کے ساتھ قوالی کے جواز پر ہے اور موصوف کا دعوی ہے کہ ایسی سازوں والی قوالی صحابہ،تابعین تبع تابعین سے لیکر ائمہ مجتہدین تک نے سنی ہے،العیاذ باللہ۔

بریلوی عبدالحکیم شرف قادری اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''آخرالذکر رسالہ''قوالی کی شرعی حیثیت''کو اس مقصد کے پیش نظر شائع کیا جارہا ہے کہ حضرت استاذ مکرم کی یہ تحریر محفوظ ہوجائے اور اہل علم آپ کے علوم و معارف سے استفادہ کرسکیں''۔(قوالی کی شرعی حیثیت،ص16)

یعنی بقول قادری صاحب آل رضاخانیہ کو چاہئے کہ بجائے بھانڈوں کا رد کرنے کے اپنے ان مولویوں کی ان خرافات سے استفادہ کرتے ہوئے ان مجالس کو منعقد کریں۔

حیرت ہے اہل بدعت آج کس منہ سے اس کا انکار کررہے ہیں؟۔

مفتی منیب الرحمن کی پوری کیبنٹ نے یہ لکھا کہ:

''کچھوچھ شریف کے علماء یعنی شیخ المشائخ علامہ شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں۔۔آلات موسیقی کے ساتھ قوالی سنتے تھے''۔(اصلاح عقائد و اعمال،ص54)

غرض بریلویوں کو قوالوں اور بھانڈوں پر رد و قدح کرنے سے پہلے اپنے گھر کے ان بھانڈوں کی خبر لینی چاہئے۔

اسی طرح مولوی منظور فیضی نے بھی اس کے جواز پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں وہ بدبخت لکھتا ہے:
''صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ گانا باجا ہادی عالم ﷺ کے گھر میں حضور ﷺ کی موجودگی میں ہوا''۔
(حلت سماع اور احادیث،ص 2)
العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔مزید ملاحظہ ہو:
''ایک حدیث میں آیا ہے کہ حبشی لوگ مسجد نبوی میں گا رہے تھے دف بجا رہے تھے ناچ رہے تھے آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اوپر اٹھا کر یہ تماشہ دکھایا۔اس حدیث کی رو سے بھی مسجد میں گانا، باجا بجانا اور ناچنا جائز ہوا''۔(مقابیس المجالس،ص 141)

مسئلہ نمبر......۱۷

حنفیت اور بدعتِ حسنہ

سادات احناف کہتے ہیں کہ جس دینی کام کی علت وسبب نبی کریم ﷺ وخیر القرون میں موجود تھا اور کوئی مانع بھی نہ تھا اس کے باوجود جب وہ کام اس دور میں نہ ہو تو آج اسے کرنا بدعت ہوگا۔اہل بدعت اپنی بدعات کو''بدعت حسنہ'' کے نام پر جواز دیتے ہیں مشائخ احناف ومشائخ ہند نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے انہی کی پیروی میں مشائخ احناف دیوبند بھی کسی بدعت حسنہ کے قائل نہیں۔

(۱) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) حنفی نقشبندی لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ وامثال شان حکم کردہ اند بدانکہ ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے ازالہ رزائل نفس وتصفیہ عناصر وحصول قرب الٰہی لہذا از بدعت حسنہ مثل بدعت قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول اللہ ﷺ فرمودہ کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ پس نتیجہ این حدیث آنست کہ کل محدث ضلالۃ وبدیھی است کہ لا شیء من الضلالۃ بھدایۃ فلا شیء من المحدث بھدایۃ۔

حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاالدین نقشبندؒ اور آپ جیسے دیگر بزرگان نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عبادت جو سنت کے موافق ہے وہ رذائل نفس تصفیہ عناصر اور قرب الٰہی کے حصول کیلئے زیادہ مفید ہے ۔اس لئے بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچتے ہیں کیونکہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ ہر نئی بات بدعت ہے اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں پس اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ کل محدث بدعت اور ظاہر ہے کہ لا شیء من الضلالۃ بھدایۃ فلا شیء من المحدث بھدایۃ گمراہی کی کوئی چیز ہدایت نہیں ہے پس ہر نئی بات بھی ہدایت نہیں ہے ۔(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین ،ص 72-69)

(۲) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں:

’’سنّت اور بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں،ایک کا وجود دوسرے کے نقص ونفی کو مستلزم ہے،پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کو مستلزم ہے ۔یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے ۔اور بالعکس (یعنی بدعت کو زندہ کرنا سنت کو مارنے کا موجب ہے ،ساجد) پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ رفع سنت کو مستلزم ہے ۔شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا۔کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنتیں حق تعالی کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہیں ۔اور ان کی اضداد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں ۔آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ ۔منقول ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی اور اس کو حسن خیال کرکے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے اور ہمارے مذہب وملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے ۔حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور حسنہ کو سیئہ خیال کریں گے‘‘ ۔(مکتوبات ،دفتر اول مکتوب 255،ج 2،ص 96،مترجم علامہ سعید احمد نقشبندی بریلوی)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

’’ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کیا جائے اگرچہ بدعت صبح کی روشنی کی طرح دکھائی دیتی ہو، کیونکہ

بدعت میں فی الحقیقت کوئی نور اور ضیاء نہیں اور بیمار کیلئے اس میں کوئی شفاء نہیں اور نہ کسی مرض کیلئے اس میں علاج ہے۔ یہ خوبیاں بدعت میں کیسے پائی جاسکتی ہیں؟ بدعت یا تو رافع سنت ہے یا اس سے خاموش اور بدعت ساکتہ ضروری ہے کہ سنت پر زائد ہو۔ تو اس طرح وہ بھی فی الحقیقت سنت کی رافع ہے۔ کیونکہ نص پر زیادتی نص کا نسخ ہے۔ لہذا جو بدعت بھی ہو وہ ضرور سنت کو مٹاتی ہے۔ اور اس کے مخالف ہوتی ہے لہذا بدعت میں کوئی حسن و خیر نہیں۔ اور کاش کہ میں جان لیتا کہ دین کامل میں پیدا شدہ بدعت کو حسن کہنے والوں نے کیسے اسے حسن کہنے کا فیصلہ کرلیا۔ حالانکہ دین کامل ہو چکا ہے۔ اور پسندیدہ اسلام کی نعمت مکمل ہو چکی ہے۔ اور انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا۔ کہ دین کے اکمال و اتمام کے بعد اس میں بدعت کا اجرا اور اس سے رضائے الٰہی حاصل ہونا درستی سے دور ہے۔ تو حق کے بعد نہیں مگر گمراہی اور اگر وہ جانتے کہ دین کامل میں کسی محدث (بدعت) کو حسن کہنا اور اس کے عدم کمال کو مستلزم ہے۔ اور نعمت کے نامکمل ہونے سے خبر دیتا ہے۔ تو وہ ایسا کہنے کی جرات نہ کرتے۔ اے اللہ ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں''۔ (مکتوبات دفتر دوم، مکتوب 19، ج2، ص988)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''سعادت مند ہے وہ جو اس غریب اسلام کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں ہی سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مروجہ بدعات میں سے کسی بدعت کو مارے اور ختم کرے یہ وہ وقت ہے کہ خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کو ایک ہزار برس گزر چکا ہے۔ اور قیامت کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو چکی ہیں۔ اور زمانہ نبوت کے دور ہونے کے باعث سنت پوشیدہ ہو چکی ہے۔ اور کذب و جھوٹ کے عام ہونے کے باعث بدعت جلوہ گر ہو چکی ہے۔ کسی شہباز کی ضرورت ہے جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا مروج ہونا دین کی ویرانی کا موجب ہے۔ اور بدعتی کی تعظیم اسلام کو مٹانے کا باعث ہے حدیث

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام، یعنی جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔

سنی ہوگی، پوری ہمت اور پورے ارادے کے ساتھ سنّتوں میں سے کسی سنّت کو رواج دینے اور بدعتوں میں سے کسی بدعت کوختم کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

ہر وقت خصوصا آج کل کے ضعف اسلام کا زمانہ ہے،نشانات اسلام قائم کرنا سنت کی ترویج اور بدعت کی تخریب سے وابستہ ہے،گذشتہ لوگوں نے بدعت میں حسن دیکھا ہوگا،تب ہی توانہوں نے بدعت کے بعض افراد کو مستحسن کہا،لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں کہتا،اوراس میں ظلمت وکدورت کے سوا کچھ احساس نہیں کرتا۔حضورعلیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

کل بدعۃ ضلالۃ، یعنی ہر بدعت گمراہی ہے

اور یہ فقیر یہ پاتا ہے کہ اسلام کی سلامتی سنّت کے بجالانے کے ساتھ وابستہ ہے اوراس کی خرابی اور ویرانی بدعت کے ارتکاب میں ہے۔ چاہے جو بھی بدعت ہو۔ یہ فقیر بدعت کو کہی کی طرح جانتا ہے جو اسلام کی بنیاد کو گراتی ہے اور سنت کو روشن تارے کی طرح پاتا ہوں جو تاریک رات میں ہدایت کا باعث بنتا ہے۔حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے ارتکاب کا فتوی نہ دیں،اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدہ صبح کی طرح دکھائی دے کیونکہ شیطانی آرائیشوں کو غیر سنت میں غلبہ عظیم حاصل ہے۔گزشتہ زمانوں میں جبکہ اسلام قوی تھا۔بدعت کی تاریکیوں کو برداشت کرسکتا تھا اور شاید کے نور اسلام کی روشنی میں بعض اشخاص کو بعض تاریکیاں نورانی محسوس ہوئی ہوں اور اس وجہ سے ان کے حسنہ ہونے کا حکم لگایا ہو۔اگرچہ فی الحقیقت اس میں کچھ بھی حسن ونورانیت نہیں تھی بخلاف اس وقت کے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے،بدعات کی تاریکیاں برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں اور یہاں متقدمین ومتاخرین کا فتوی جاری نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ ہوتے ہیں“۔
(مکتوبات،دفتر دوم مکتوب نمبر 23،ج2،ص988 تا100)

کس زبردست طریقہ سے حضرت مجدد الف ثانی نے سنت رسول ﷺ کو لازم پکڑنے اور بدعت خواہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو کو ترک کرنے کا حکم فرمایا اور ساتھ میں یہ بھی فرمادیا کہ اگر پہلے زمانے میں کسی نے ”بدعت حسنہ“ کا کوئی فتوی یا قسم بنائی بھی ہو تو آج وہ قسم وحکم کالعدم ہے۔

بدعتی نظریہ

اس کے مقابل آپ اہل بدعت کو دیکھ لیں کہ ان کی تمام خرافات ’’بدعت حسنہ‘‘ کے پردے میں جاری وساری ہوں گی۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے گیارہویں صدی کا مجدد بنایا انہوں نے جہاں دیگر تجدیدی کارنامے کئے وہاں بدعت حسنہ کے حوالے سے ابہام کو بھی دور کیا اور واضح بتلا دیا کہ اس وقت دین اسلام کو جس طرح بدعات نے گھیر رکھا ہے تو کسی بدعت میں خواہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو اس کے جواز کا فتوی نہیں دیا جاسکتا۔حضرت مجدد الف ثانی کی اسی زبردست پکڑ کا نتیجہ ہے کہ اہل بدعت ان کے شاکی رہتے ہیں اور حضرت کی تعلیمات پر ثالثی کیلئے نہیں آتے۔

مسئلہ نمبر......۱۸

حنفیت اور باآوازِ بلند درود شریف پڑھنا

سادات احناف کے ہاں مسجد وغیرہ میں عادت کے طور پر باآواز بلند ذکر کرنا یا درود شریف پڑھنا بدعت ہے الا یہ کہ تعلیما ہو۔انہی کی پیروی میں یہ نظریہ احناف دیوبند کا ہے۔

(۱) فتاوی عالمگیری میں ہے:

والاخفا افضل عند الفزع فی السفینۃ او ملاعبتھم بالسیوف و کذا الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘‘۔(فتاوی عالمگیری،ج5،ص364،کتاب الکراھیۃ)

درود شریف آہستہ آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

(۲) فتاوی بزازیہ میں ہے:

فی فتاوی قاضی خان رَفۡعُ الصَّوۡتِ بِالذِّکۡرِ حَرَام ’’وَّ قَدۡصَحَّ عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡد اَنَّہُ سَمِعَ قَوۡماً اجۡتَمَعُوۡا فِیۡ مَسۡجِد یُھَلِّلُوۡنَ وَ یُصَلُّوۡنَ علیہ الصلوۃ والسلام جَھۡراً فَرَاحَ اِلَیھم فقال مَا عَھِدۡنَا ذَالک عَلَی عَھۡدِہٖ علیہ السلام وَمَا اَرَاکُمۡ الا مُبۡتَدِعِیۡنَ فَمَا زَالَ یَذۡکُرُ ذَالک حتی اَخۡرَجَھُمۡ عَنِ

الْمَسْجِدِ، (فتاوی بزازیہ، ج3، ص216 کتاب الاستحسان)

فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ ذکر بالجہر حرام ہے کیوں کہ ابن مسعودؓ سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک ایسی جماعت کو مسجد میں سے نکال دیا تھا جو کلمہ اور نبی کریم ﷺ پر بلند آواز سے درود پڑھ رہی تھی اور فرمایا میں تو تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

حضرت امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر فرماتے ہیں:

انقلاب زمانہ دیکھئے کہ آج جو شخص بلند آواز کے ساتھ مل کر درود وسلام نہیں پڑھتا۔ اسے اہل بدعت وہابی کے نام سے بدنام کرتے ہیں۔ مگر عبداللہ بن مسعودؓ ایسے لوگوں کو گمراہ اور بدعتی قرار دے کر مسجد سے نکال دیتے ہیں۔ (راہِ سنّت)

بدعتی نظریہ

آج آپ اہل بدعت کی تمام مساجد میں چلے جائیں وہاں بلند آواز سے گلے پھاڑ کر سپیکر پر درود شریف پڑھا جارہا ہوگا، نعت خوانیاں کی جارہی ہوں گی، ہر اذان سے پہلے سپیکر پر صلوۃ وسلام پڑھا جارہا ہوگا۔ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد سپیکر کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہوگا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسے ہی لوگوں کو بدعتی کہہ کر مسجد سے نکال دیا تھا۔

مسئلہ نمبر......۱۹

حنفیت اور کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

سادات احناف کے نزدیک شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْاِزَارُ فَوْقَ الْكَعْبَيْنِ اِلَى نِصْفِ السَّاقِ، (فتاوی عالمگیری، ج 5،

ص386)

لازم ہے کہ شلوار ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو۔

بدعتی نظریہ

لیکن آج آپ اہل بدعت کیا عوام کیا خواص کسی کو بھی دیکھ لیں ان کی شلواریں ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی ہوں گی۔

مسئلہ نمبر ۲۰

حنفیت اور مروّجہ محافل میلاد

مروجہ جشن عید میلاد النبی ﷺ جو بارہ ربیع الاول کو دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جسے اہل بدعت کی طرف سے دین اسلام کا شعائر بنادیا گیا ہے اسے فرض تک بتلایا جاتا ہے کا فقہ حنفی میں کوئی ذکر نہیں۔فقہ حنفی ایک جامع فقہ ہے اس میں چھوٹے سے چھوٹے ادب وثواب کے کام کو بھی ذکر کردیا گیا ہے جس کا تعلق دین کے ساتھ ہو۔اسلام کی دونوں عیدین کا ذکر اور اس کے تمام مسائل کا ذکر فقہ حنفی کی کتب میں مذکور ہیں۔اگر عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے بھی کوئی ثواب کا کام یا عید ہوتی تو فقہ حنفی میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔ہم پوری دنیائے اہل بدعت کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مروجہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کے احکام کا ثبوت فقہ حنفی سے ہمیں مرحمت فرمائیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ایک مرید حضرت شیخ خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جب شیخ مجدد الف ثانی کو سامنے مولودخوانی کے جواز کیلئے اہل بدعت کا یہ نکتہ رکھا:

’’اور پھر آپ نے مولودخوانی کے متعلق لکھا تھا کہ اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت ومنقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو تبدیل وتحریف کیا جائے اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا اور الحان کے طریقہ سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر

یں بھی جائز نہیں اگر اس طریقے سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کونسی رکاوٹ ہے؟"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں:

"میرے مخدوم! فقیر کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ جب تک اس دروازے کو پوری طرح بند نہ کریں گے بوالہوس باز نہ آئیں گے اگر تھوڑا سا جائز کروگے تو وہ زیادہ ہو جائے گا مشہور مقولہ ہے تھوڑی چیز سے زیادہ بن جاتی ہے"۔ (مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب 72، ج3، ص1447)

یعنی اگر صرف قصائد پر مشتمل ہو مولود خوانی دیگر خرافات سے پاک ہو حضرت مجدد فرماتے ہیں پھر بھی یہ جائز نہیں۔

مولانا ابو داؤد صادق آف گوجرانوالہ کی خیانت

بریلوی نباض قوم کی خیانت کا اندازہ لگائیں کہ وہ اپنی کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کیلئے مولود خوانی کے جواز پر اوپر ذکر کردہ شیخ خواجہ حسام الدین کے شبہ کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بنا کر پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو: "براہین صادق، ص 374، ناشر ادارہ رضائے مصطفیٰ" لیکن آگے جو شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تردید کی جسے ہم اوپر نقل کر چکے اس ہضم کر گئے۔ شرم۔۔۔شرم۔۔۔شرم۔

حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی نے شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ایک صاحب مولود خوانی کرتے ہیں اور خواب میں دیکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مولود خوانی سے بڑے خوش ہو رہے ہیں اب اسے مولود چھوڑنا مشکل ہو رہا ہے تو حضرت مجدد الف ثانی نے انہیں جواب میں لکھا:

"آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے منع ہونے کا مبالغہ مولود کے منع ہونے کو بھی شامل ہے۔ جو نعتیہ قصیدوں اور غیر نعتیہ شعروں کے پڑھنے سے مراد ہے۔ لیکن برادر عزیز میر محمد نعمان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہوتے ہیں ان

پر مولود نہ سننا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہوتو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی اور طرق میں سے کسی ایک طریق کو لازم پکڑنا عبث معلوم ہوتا کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا"۔ (مکتوبات، مترجم، ج2،ص730،مکتوب273)

مسئلہ نمبر ۲۱

حنفیت اور مروّجہ صلوۃ وسلام

ہمارے دیار میں آج جو ہر اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اس کا کوئی ثبوت فقہ حنفی میں موجود نہیں خود خان صاحب بریلوی کے دور میں بھی اذان سے پہلے صلوۃ وسلام نہیں پڑھا جاتا۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَمَا يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُوْنَ الاٰنَ عَقْبَ الأَذَانِ مِنَ الْإِعْلاَنَ بِالصَّلاَةِ وَالسَّلاَمِ مِرَاراً أَصْلُهُ سُنَّة" وَّالْكِيْفِيَّةُ بِدْعَة" لِأَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ وَلَوْ بِالذِّكْرِ فِيْهِ كَرَاهة سيما في المسجد الحرام لتشويشه على الطائفين والمصلين والمعتكفين. (مرقاۃ، ج۲، ص۳۲۸)

مقصد اس عبارت کا یہ ہے کہ یہ جو آج کل موذنین اذان کے بعد زور زور سے صلوۃ سلام پڑھتے ہیں اس کی اصل تو سنت ہے (یعنی درود پڑھنے کا ثبوت تو موجود ہے) لیکن یہ مروجہ کیفیت کہ زور زور سے ہر اذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا یا جیسے ہمارے ہاں آج کل ہوتا ہے اذان سے پہلے اسپیکر پر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں یہ کیفیت و انداز بدعت ہے کیونکہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے خاص کر مسجد حرام جس میں ہر وقت لوگ طواف پڑھ رہے ہوتے ہیں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اعتکاف میں بیٹھے ہوتے ہیں ان کی عبادات میں اس سے خلل واقع ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر...... ۲۲

حنفیت اور نمازی کے پاس بآواز بلند ذکر کرنا

آج اہلِ بدعت کی مساجد میں فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً زور سے تین دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔اس کے جواز پر مفتی احمد یار گجراتی ،مولانا غلام رسول سعیدی ،صاحب رشد الایمان نے اپنی کتب میں دلائل بھی دیئے ہیں۔مگر مولانا محمد عبد الغفور شرقپوری بریلوی صاحب نے اپنی کتاب ’’نمازی کے پاس بآواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں؟ ناشر مکتبہ فاروقیہ رضویہ لاہور‘‘ نے اسے ناجائز اور فقہ حنفی کے خلاف قرار دیا ہے۔اس کتاب پر دس جید بریلوی اکابر کی تقاریظ موجود ہیں۔

مسئلہ نمبر...... ۲۳

حنفیت اور عبد النّبی و عبد المصطفیٰ نام رکھنا

سادات احناف و مشایخ ہند کے ہاں عبد النبی وغیرہ نام رکھنا جائز نہیں کہ یہ موہم شرک ہے۔انہی کی پیروی میں یہ نظریہ احناف دیوبند کا ہے۔

(۱) اپنے وقت کے مجدد حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا یَجُوْزُ نَحْوُ عَبْدِ الْحَارِثْ وَلَا عَبْدِ النَّبِیِّ وَلاَ عِبْرَۃَ بِمَا شَاعَ فِیْمَا بَیْنَ النَّاسِ۔(مرقاۃ المفاتیح،ج9،ص11،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

عبد الحارث و عبد النبی جیسے نام رکھنا جائز نہیں اور لوگوں میں اس قسم کے نام پھیل جانے کا کوئی اعتبار نہیں۔(یعنی بالفرض لوگوں میں یہ نام رکھنے کا رواج پڑ گیا ہے تو یہ رواج اس کو جائز نہیں قرار دے سکتا)

(۲) شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ازانجملہ کسانیکہ در ذکر دیگراں را با خدا ہمسر مے کنند و نام دیگراں را مانند نام

خدا بطریق تقرب ذکر مے نمایند وازانجملہ اند کسانیکہ در ذبح و نذر و قربانی ہا باخدا دیگراں را ہمسر مے کنند وازانجملہ اند کسانیکہ در نام نہادن خود را بندہ فلاں و عبد فلاں می گویند و ایں شرک در تسمیہ است وازانجملہ اند کسانیکہ در دفع بلاہا دیگراں را مے خوانند، (تفسیر عزیزی، ج1 ص163 مکتبہ حقانیہ پشاور)

بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ ذکر کرتے ہیں دوسروں کا اللہ کے ساتھ برابر کرتے ہیں اور نام دوسروں کو مانند نام اللہ کے ساتھ براہ تقرب ذکر کرتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں کہ ذبح و نذر و قربانی میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور بعضے وہ آدمی ہیں کہ نام رکھتے ہیں کہ بندہ فلاں عبد فلاں (یعنی جیسے عبد المصطفی ،عبد النبی)اور یہ شرک فی التسمیہ ہے اور بعضے وہ مشرک ہیں کہ دفع بلا کیلئے دوسروں کو پکارتے ہیں۔

(۲) اپنے فتاوی میں آپ فرماتے ہیں:

سوال:اقرار غلامی نسبت بہ بزرگان و خواجگان کہ نہ بر زر خریدہ اند کردن جائز است یانہ؟

جواب:لفظ غلام بدو معنی استعمال می کنند یکے بمعنی مملوک زرخرید دوم بمعنی خادم نسبت کردن بمالک بمعنی اول است و نسبت بزرگان بمعنی اول دروغ است کہ بزرگان انیکس را ہرگز نہ خریداند و بمعنی دوم میتوان گفت لیکن چون لفظ موھم باشد اھل اسلام را این قسم الفاظ استعمال کردن نشاید زیرا کہ شرک چنانچہ در عبادت و قدرت میشود ہمیں قسم شرک در تسمیہ ھم میشود ایں قسم نام نہادن شرک در تسمیہ است ازینھم احتراز لازم است چنانچہ در ترجمہ قرآن مسمی بہ فتح الرحمن در تحت آیۃ

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءِ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

مذکور است کہ در اینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانچہ اھل زمان ما غلام فلاں و عبد فلان نام مے نہند واللہ اعلم۔

سوال: بزرگان وخواجگان کی غلامی کا اگر کوئی شخص اقرار کرے حالانکہ وہ ان کا زرخرید نہیں تو یہ جائز ہے یانا جائز؟

جواب: لفظ غلام دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک بمعنی مملوک زر خرید دوسرا بمعنی خادم تو جب غلام کی نسبت مالک کے ساتھ کی جاتی ہے تو اس سے مقصود معنی اول ہوتا ہے اور لوگوں کو یہ فعل یعنی غلامی کی نسبت بزرگان کے ساتھ باعتبار معنی اول کرنا غلط ہے اس واسطے کے یہ لوگ بزرگان کے زر خرید نہیں البتہ باعتبار دوسرے معنی کے خادم کے معنی میں نسبت کر سکتے ہیں لیکن اس لفظ میں فعل ناجائز کا وہم ہوتا ہے اس واسطے اہل اسلام کو چاہئے کہ ایسا لفظ استعمال نہ کریں کیونکہ شرک جس طرح عبادت و قدرت میں ہوتا ہے ویسا ہی شرک نام رکھنے میں بھی ہوتا ہو جاتا ہے اور ایسا نام رکھنے میں شرک تسمیہ میں ہوتا ہے۔ اس سے بھی پرہیز لازم ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے:

فَلَمَّآ آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَآ آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

قرآن کریم مسمی بہ فتح الرحمن میں اس آیت کے ترجمہ کے بعد لکھا ہے:

''کہ اس سے معلوم ہوا کہ شرک تسمیہ بھی ایک قسم کا شرک ہے چنانچہ اس زمانہ میں بعض لوگ غلام فلاں و عبد فلاں نام رکھتے ہیں اس سے پرہیز چاہیئے، واللہ اعلم۔

بدعتی نظریہ

مگر آج اہل بدعت عبد الرسول، عبد النبی، عبد المصطفی وغیرہ نام رکھنے پر فخر محسوس کر رتے ہیں خود خان صاحب بریلوی نے اپنا نام ''عبد المصطفیٰ'' رکھا۔ اس گروہ کے حکیم الامت مولوی منظور او جھیانوی المعروف مفتی احمد یار گجراتی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) رقمطراز ہیں:

''اگر اس زمانہ میں دیوبندیوں وہابیوں کو چڑانے کیلئے یہ نام (یعنی عبد النبی وغیرہ) رکھے تو باعث ثواب ہے''۔ (جاء الحق ص 337 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

یہ اہل بدعت کی عجیب منطق ہے کہ دیوبندیوں کو چڑانے کیلئے ناجائز کام کرو دیوبندی تو پردہ کا بھی کہتے ہیں تو کیا کل کو دیوبندیوں کو چڑانے کیلئے اہل بدعت برہنہ گھومنے کا فتوی دیں گے معاذ اللہ؟ اور کیا حضرت ملّا علی قاری اور شاہ عبد العزیز بھی دیوبندی ہیں؟

مسئلہ نمبر...... ۲۴

حنفیت اور غیر مشروع تعزیت

(گلیوں میں تمبو وغیرہ لگانا، لوگوں کا راستہ بند کرنا)

احناف سادات کے ہاں تعزیت کیلئے گلیوں وغیرہ کو بند کر کے اس میں قناطیں وغیرہ لگانا اور دیر دیر تک بلکہ کئی دن تک وہاں بیٹھنا مکروہ و ناجائز ہے۔

(۱) علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فِي الظَّهِيرِيَّةِ: وَيُكْرَهُ الْجُلُوسُ عَلَى بَابِ الدَّارِ لِلتَّعْزِيَةِ لِأَنَّهُ عَمَلُ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَقَدْ نُهِيَ عَنْهُ، وَمَا يُصْنَعُ فِي بِلَادِ الْعَجَمِ مِنْ فَرْشِ الْبُسُطِ، وَالْقِيَامِ عَلَى قَوَارِعِ الطَّرِيقِ مِنْ أَقْبَحِ الْقَبَائِحِ. (فتاوی شامی، ج2، ص241)

گھر کے سامنے تعزیت کیلئے بیٹھنا مکروہ ہے کہ یہ دور جاہلیت کے کام ہیں جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ جو عجمی ملکوں میں کیا جاتا ہے کہ گلیوں راستوں وغیرہ میں قناطیں لگا دی جاتی ہیں اور قالینیں وغیرہ بچھا دی جاتی ہیں یہ تو قبیح ترین عمل ہے۔

مسئلہ نمبر...... ۲۵

حنفیت اور نمازوں کے بعد آپس میں مروّجہ مصافحہ کرنا

آج کل بریلوی مساجد میں یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں سادات احناف نے اسے مکروہ و ناجائز کہا ہے کہ یہ طریقہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔

وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرُهُمْ بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُعْتَادَةِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ مَعَ أَنَّ

الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ، وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِكَوْنِهَا لَمْ تُؤْثَرْ فِي خُصُوصِ هَذَا الْمَوْضِعِ، فَالْمُوَاظَبَةُ عَلَيْهَا فِيهِ تُوهِمُ الْعَوَّامَ بِأَنَّهَا سُنَّةٌ فِيهِ، وَلِذَا مَنَعُوا عَنْ الِاجْتِمَاعِ لِصَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي أَحْدَثَهَا بَعْضُ الْمُتَعَبِّدِينَ لِأَنَّهَا لَمْ تُؤْثَرْ عَلَى هَذِهِ الْكَيْفِيَّةِ فِي تِلْكَ اللَّيَالِي الْمَخْصُوصَةِ وَإِنْ كَانَتْ الصَّلَاةُ خَيْرَ مَوْضُوعٍ، (شامی ج2، ص236)

یہ جو ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا رواج پڑ گیا ہے ہمارے علماء نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے اگر چہ مصافہ فی نفسہ سنت ہے مگر اس کے باوجود اس مروجہ مصافحہ کو اس لئے مکروہ کہا گیا کہ اس خاص موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہیں، پس اس کی عادت بنالینا عوام کو اس وہم میں ڈالنا ہے کہ یہ سنّت ہے اسی واسطہ منع کیا گیا ہے صلوۃ الرغائب کی نماز سے جس کو بعض نام نہاد عبادت گزار کرتے ہیں اس لئے کہ یہ مخصوص کیفیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہیں اگر چہ نماز فی نفسہ بہترین عبادت ہے۔

مسئلہ نمبر...... ۲۶

حنفیت اور قبروں پر چادریں چڑھانا

جمہور احناف کے نزدیک قبروں پر چادریں چڑھانا ایک مکروہ ولغو کام ہے۔شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"چادر پوشانیدن بر قبر حرکت لغو است نیابد کرد"۔(فتاوی عزیزی فارسی، ص90)

قبر پر چادر چڑھانا ایک لغو کام ہے نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر......۲۷

رضاخانیت میں قرآنِ کریم کی توہین

سادات احناف نے اس قرآن کی تعریف کی:

القرآن المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلا متواترا بلاشبھۃ، (الحسامی ،ص 5،مکتبہ علوم اسلامیہ ،نور الانوار ، ص 13،مکتبہ رحمانیہ ،اصول بزدوی ،ص 5،دارالکتب العلمیہ بیروت، اصول سرخسی، ص 279، دارالکتب العلمیہ بیروت،شرح التلویح علی التوضیح،ص 46)

قرآن وہ ہے جو اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور مصاحف میں لکھا گیا ہے نقل متواتر کی ساتھ منقول ہے اور اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔

بدعتی نظریہ

اس فرقہ کے مولانا عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

''میرے خیال میں مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی ﷺ پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے تاکہ غلامان مصطفی ﷺ کو کچھ کہنے کا موقعہ ہی نہ ملے اور نہ مصنف مذکور اس توہین مصطفی ﷺ سے عذاب الیم میں گرفتار ہوں''۔(مقیاس حنفیت ،ص 211 بار ہشتم 1966 دار المقیاس اچھرہ لاہور)

احناف کے ہاں تو قرآن وہ ہے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے مگر یہ کہتا ہے کہ کسی کتے یا دیوانے یا کسی لونڈے کے نازل شدہ قرآن پر ایمان لے آؤ۔معاذ اللہ۔اہل بدعت کہتے ہیں کہ یہ عبارت الزامی ہے حالانکہ موصوف آگے ہی کہتے ہیں کہ جب اس طرح کرلو گے کہ تو عاشقان مصطفی ﷺ کچھ کہیں گے بھی نہیں اور توہین مصطفی ﷺ بھی نہیں ہوگی معاذ اللہ کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی جرات ہے کہ یہ عبارت

الزامی ہے؟ اہل بدعت جواب دیں کہ اگر کوئی معاذ اللہ کتے کے نازل شدہ پر ایمان لے آیا اور آؤ آؤ کرنے لگ جائے تو وہ عاشقان مصطفی ﷺ کے رد اور توہین مصطفی ﷺ سے کیسے بری ہو جائے گا؟

مسئلہ نمبر ۲۸

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں:

والانبیاء علیھم السلام کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر و قد کانت منھم زلات وخطیئات، (شرح فقہ الاکبر، ص57 دار البشائر بیروت)

انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک ہیں ہاں ان سے خطاؤں کا صدور ممکن ہے۔

بدعتی نظریہ

اس جماعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیاناً خطا صادر ہو سکتے ہیں'' (جاء الحق ص434، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

یہ عبارت ہم نے الزاماً پیش کی گویا اہل بدعت کے ہاں بطور خطاء انبیاء سے گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہو سکتے ہیں، استغفر اللہ۔

مسئلہ نمبر ۲۹

عصمتِ انبیاء علیہم السلام اور ان سے خطاء کا صدور

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں:

والانبیاء علیھم السلام کلھم منزھون عم الصغائر والکبائر و قد کانت منھم زلات

وخطیئات، (شرح فقہ الاکبر، ص57 دار البشائر بیروت)

انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں ہاں ان سے لغزشوں اور خطاؤں کا صدور ممکن ہے۔

یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے "خطاء" اور "لغزشیں" صادر ہو سکتے ہیں۔

بدعتی نظریہ

لیکن اہل بدعت کا نظریہ یہ ہے کہ نبی سے خطاء و لغزش کا صدور ماننا ان کی توہین ہے۔ چنانچہ شیر محمد اعوان رضاخانی آف کالاباغ لکھتے ہیں:

"حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ خطا کار اور قصور وار بناڈالا......ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن بھی خطاوں سے پاک نہ تھا کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھماد ینے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیا ان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؟"۔ (محاسن کنز الایمان: 57-56)

مسئلہ نمبر......۳۰

حنفیت اور سبز پگڑی

بریلوی حضرات کے مفتی غلام سرور قادری لاہوری لکھتے ہیں:

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

من لبس ثوب شھرۃ فی الدنیا البسہ اللہ (تعالیٰ) ثوب مذلۃ یوم القیامۃ۔ (مسند امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ)

جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے محدث و فقیہ اسلام امام علی بن سلطان القاری مکی م ۱۰۱۴ھ اپنی

مشہور کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای ثوب تکبر وتفاخر وتجبر او ما یتخذہ المتزھد لیشھر نفسہ بالزھد او ما یشعر بہ المستید من علامۃ السیادۃ کالثوب الاخضر او ما یلبسہ المتفقھۃ من لبس الفقھاء والحال انہ من جملۃ السفھاء۔ (مرقاۃ، ج4ص430)

یعنی جس نے تکبر وفخر وجابرانہ انداز کالباس پہنا یا اپنے آپ کو زہد و نیکی سے مشہور ومعروف کرنے کے لئے کوئی مخصوص لباس اختیار کیا یا اپنی بزرگی کی نمائش کے لئے سبز رنگ کا کپڑا اپنی علامت ٹھہرالیا یا عالم دین نہ تھا مگر علماء کی وضع قطع اختیار کی تو ایسے شخص یا ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا یعنی وہ قیامت کے دن ذلیل ورسوا ہوگا۔

لیجیئے قارئین! حدیث مذکورہ کی روشنی میں عمدۃ المحدثین حضرت علامہ امام علی بن سلطان قاری مکی کا فرمان عالی شان آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تکبر اور فخر کے طور پر لباس پہنے یا اپنے زہد وتقویٰ کے اظہار کے لئے کسی خاص رنگ کو اپنی علامت ٹھہرالے یا لوگوں میں اپنی سیادت وبزرگی کے اظہار وتعارف کے لئے سبز کپڑا پہچان بنالے یا عالم نہ ہوتے ہوئے عالموں جیسے وضع قطع بنالے (یہ وہاں کے لئے ہے جہاں علماء اپنی شان علمی کے اظہار کے لئے کوئی مخصوص قسم کالباس پہنتے ہوں تاکہ لوگ ان کو اس مخصوص عالمانہ لباس سے پہچان کر ان سے شریعت کے احکام سیکھیں جیسے سعودی عرب اور بعض دیگر ممالک کے علماء جبہ پہنتے ہیں) تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ ہمارے مہربان جناب مولانا محمد الیاس قادری صاحب اور ان کے پیروکاروں کا اپنی شہرت و پہچان کے لئے سبز عمامہ اختیار کرنا اور اس کے مقابلہ میں حضور اکرم ﷺ کی سنت سفید عمامہ کو ترک کرنا درست نہیں ہے۔

نیز حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"دربعضے کتب معترہ نوشتہ اند کہ شخصے خود را اکثر اوقات بلباس سیاہ و سبز مشہور رنگ داند کہ مکروہ و ممنوع است۔" (کشف الالتباس ص2)

یعنی بعض معتبر کتابوں میں ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو سیاہ یا سبز رنگ سے مشہور نہ کرے کہ یہ مکروہ وممنوع ہے۔

لہٰذا دعوت اسلامی والے بھائیوں کا اپنے آپ کو سبز عمامہ سے مشہور ومتعارف کرنا ممنوع و ناجائز ٹھہرا۔(فتویٰ)

مسئلہ نمبر ۳۱

اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں؟

سادات احناف کے ہاں اقامت کے شروع میں بھی کھڑا ہوسکتے ہیں اورحی علی الفلاح کے وقت بھی۔ اگر امام صفوں کی طرف سے مسجد میں داخل ہوتو جس صف پر سے گزرے وہ صف کھڑی ہو جائے اور اگر امام محراب کی طرف سے آئے تو امام کو دیکھتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں۔

فَإما إِذَا كَانَ الاِمَامُ خَارِجَ الْمَسْجِدِ فَإِنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ مِنْ قِبَلِ الصُّفُوْفِ فَكُلَّمَا جَاوَزَ صَفّاً قَامَ ذٰلک الصَّفُّ۔وَاِلیہ مَالَ شَمْسُ الائمۃ الحلوانی والسرخسی وشیخ الاسلام خواھر زادہ وإن کان الإمام دخل المسجد مِنْ قُدَّامِھِم یقومون کما رَأَوْا الإمامَ (الفتاوی الھندیہ، ج1،ص57)

اگر امام مسجد کے باہر ہو اور مسجد میں صف کی جانب سے داخل ہو تو امام جس جس صف سے گزرتا جائے اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں اسی کی طرف شمس الائمہ حلوانی ،امام سرخسی اور شیخ الاسلام خواھر زادہ گئے ہیں اور اگر امام مسجد آگے سے داخل ہو تو مقتدی امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں۔(بحوالہ مسئلہ اذان و اقامت،ص94اصغر علی مصباحی بریلوی)

بدعتی نظریہ

مگر آج اہل بدعت نے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونے کو ضروری سمجھ لیا ان کا امام مسجد کے اندر ہی ہوتا ہے وہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے محراب میں آکر بیٹھتا ہے اور موذن کھڑے ہو کر اقامت دینا شروع کردیتا ہے اگر اس دوران بیچارہ کوئی کھڑا ہوگیا تو اس کی خیر نہیں ،حالانکہ یہ طریقہ کسی بھی حنفی کتاب میں

مذکور نہیں، اس مسئلہ کی مزید تفصیل کیلئے ہم یہاں مناظر اسلام حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ کا مقالہ پیش کر رہے ہیں:

''قارئین گرامی قدر! دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی اہل بدعت آپس میں جنگجو اور باہم دست و گریباں ہیں۔ہم یہ سارا تماشہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام نے نماز کے کچھ آداب بھی بیان فرمائے ہیں اور ادب کی تعریف یہ لکھی ہے:

الادب ما فعله الرسول صلى الله عليه وآله وسلم مرة او مرتين ولم يواظب عليه''

کہ ادب وہ ہے جس کو رحمت عالم ﷺ نے ایک دو مرتبہ کیا ہو اور اس پر ہمیشگی نہ فرمائی ہو۔

یہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے اور حاشیۃ الطحاوی میں بھی بات نقل کی گئی ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھئے:''حاشیۃ الطحاوی ص276 قدیمی کتب خانہ کراچی''۔

آگے نماز کے مختلف آداب نقل کرتے ہوئے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اگر امام محراب کے قریب ہو تو مقتدی اور امام حی علی الفلاح پر اٹھیں۔ (مراقی الفلاح مع حاشیہ ص276)

تو بات صرف اتنی تھی کہ یہ ایک ادب ہے جس کو رسول پاک ﷺ نے حیات مبارکہ میں ایک دو مرتبہ کیا ہے اور آپ نے خود اس پر مواظبت نہیں فرمائی تو آج اس پر عمل نہ کرنے والوں پر کس دلیل کی بنیاد پر فتویٰ بازی کی جاتی ہے؟ جبکہ ان کو چھوڑنا بھی دلیل کی بنیاد پر ہے۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی شروع اقامت سے کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔اور ایک آدمی حی علی الفلاح (غالباً) پر کھڑا ہوتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

لیکن اہل بدعت سے یہ سوال ہے کہ تمہاری بہار شریعت کے اندر نماز کے مستحبات میں (11) نمبر مستحب یہ ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہیے مگر (12) نمبر مستحب یہ ہے کہ جب مئوذن کہے قد قامت الصلوۃ تو اس پر نماز شروع کر دینی چاہیے۔

اب سوال یہ ہے کہ (11ویں) مستحب پر اتنا زور کہ جو نہ کرے اس کو زجر و توبیخ اور دوسرا مستحب تو

اس کی دھجیاں خود صاحب بہارشریعت نے اڑادی ہے کہ: مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہونی پر شروع کرے ۔(بہارشریعت ص256)

اور آج کل کسی بھی بریلوی کا اس پر عمل نہیں تو ان پر معافی کیوں؟

باقی ہمارے پاس اس کی وجہ ترک دلیل ہے وہ یہ کہ اہل بدعت نے اس کو اپنا شعار بنالیا ہے اور حوالہ آگے آرہا ہے کہ جب کسی عمل کو یہاں تک بڑھادیا جائے کہ لوگ اسے واجب وسنت سمجھنے لگیں حالانکہ وہ عمل مباح (ومستحب) ہو تو وہ مکروہ ہوجاتا ہے اور اس کو چھوڑنا ضروری ہوجاتا ہے۔

القصہ یہ کہ بہارشریعت جو مولوی احمد رضا کی مصدقہ ہے اس میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کو مستحب شمار کیا گیا ہے ۔(بہارشریعت ص256)

اور ''وقار الفتاویٰ ج2 صفحہ 51 '' پر اور دیگر بریلوی کتب میں اس کو مستحب کہا گیا ہے۔حالانکہ اصولی بات یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر کراہت تنزیہی بھی لازم نہیں آتی جیسا کہ فتاویٰ میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(دیکھئے فہارس فتاویٰ رضویہ ص115)

اسی طرح فتاویٰ نوریہ ص47،46 میں ہے کہ:

''ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی''۔

اس طرح کے اقوال دیگر بریلوی کتب میں بھی مل جاتے ہیں ۔اب سوال یہ ہے کہ یہ مستحب کیسے رہا کیوں کہ تم لوگوں نے اس کے تارک کو مکروہ تحریمی کا مرتکب ٹھرایا ہے۔

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''پس ان دلائل سے یہ تو ثابت ہوا کہ پنجگانہ جماعت کی تکبیر بیٹھ کر سننا لازم ہے کھڑے ہو کر سننا مکروہ تحریمی ہے''۔(العطایہ الاحمدیہ جلد1 ص 77)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''ان احادیث اور ان کی شروح سے ثابت ہوا کہ تکبیر بیٹھ کر سننا واجب ہے تمام فقہاء کے نزدیک۔ انہیں احادیث کے اقتضاء اور دلالت کی بناء پر تکبیر کے لئے نہ بیٹھنا اور کھڑے ہوجانا مکروہ تحریمی ہے''۔

(العطایہ الاحمدیہ ج1 ص76)

مفتی وقارالدین صاحب لکھتے ہیں:

''تیسری صورت جس میں امام ومقتدی مسجد میں موجودہوں تواس کاحکم یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ یاحی علی الفلاح پرکھڑاہوناامام ومقتدیوں کے لئے مستحب ہے اوراس سے پہلے کھڑاہونامکروہ ہے''۔ (وقارالفتاویٰ ج2ص49)

اب سوال یہ ہے کہ مستحب تھا تو ترک مکروہ کیسے ہوگیا؟اصل بات یہ ہے کہ تم اس کو واجب سمجھتے ہو اس لئے تواس کے ترک کومکروہ تحریمی سمجھتے ہو۔

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''کھڑے ہوکرتکبیرسننامکروہ ہے''۔(فتاویٰ رضویہ قدیم ج2ص91۔باب الاذان والاقامہ)

فاضل بریلوی صاحب نقل فرماتے ہیں:

''علاّمہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

(ترجمہ)اللہ تعالیٰ پرافتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اورکراہت ثابت کرے اس لیے کہ ان دونوں کیلئے دلیل ضروری ہے الخ'۔(فتاویٰ رضویہ ج22ص180)

یعنی کسی شئے کوشرع پاک نے حرام ومکروہ نہ قراردیاہوتواسے حرام یامکروہ قراردیناخداپرجھوٹ باندھناہے۔

اب ہم رضاخانیوں سے پوچھتے ہیں کہ شرع پاک کی جس دلیل سے کراھت وحرمت ثابت ہوتی ہے ایسی کوئی دلیل لائیں۔ورنہ تسلیم کریں کہ رضاخانیوں کہ خانصاحب نے خداپرجھوٹ باندھاہے اوراس سے بڑاظالم کوئی نہیں۔

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم کویہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں کسی چیزکوفرض یاواجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا منصب ہے۔(شرح صحیح مسلم ج1ص1301)

توچونکہ مکروہ بھی واجب کاہم مرتبہ ہوتاہے اس لیے ہمارارضاخانیوں کے متعلق گمان یقین میں بدل جاتاہے کہ یہ لوگ خانصاحب کوبہت کچھ سمجھتے ہیں۔رضاخانیو!ہمت کرواورایسی دلیل دوکہ جس سے اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو کہ یہ اقامت کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔

هل من مبارزِ

اب آئیے ذرا اس مکروہ کی تفصیل کی جانب چلتے ہیں:

مفتی وقارالدین صاحب لکھتے ہیں:

''فقہاء کے نزدیک مکروہ جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے اور سزا کے اعتبار سے حرام کی طرح ہے یعنی دونوں پر آخرت میں جہنم کی سزا ہے''۔(وقار الفتاویٰ ج2 ص57)

بہار شریعت میں ہے:

''مکروہ تحریمی یہ واجب کے مقابل ہے اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔اگرچہ اس کے کرنے کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے''۔(بہار شریعت ص72 حصہ دوم ص8)

مفتی عبدالواحد قادری صاحب لکھتے ہیں:

''مکروہ تحریمی وہ ہے جس کی ممانعت دلائل شرعی سے بطور دلیل ظنی ثابت ہو یہ واجب کے مقابل ہے اس کا فاعل مستحق عذاب اور گناہ گار ہوتا ہے مگر اس کا گناہ حرام سے کم ہے اگر کسی عبادت میں واقع ہو تو عبادت کو ناقص بنا دیتی ہے لہٰذا اس عبادت کا اعادہ عند الشرع مطلوب ہے''۔(فتاویٰ یورپ ص 170،179)

امام احمد رضا نمبر میں لکھا ہے:

''مکروہ تحریمی جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃ ظنی ہو اس کا انکار کفر نہیں لیکن اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً''۔(امام احمد رضا نمبر ص198)

قارئین گرامی قدر!

دیکھ لیا آپ نے کہ یہ لوگ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو واجب سمجھنے لگے ہیں۔ہمارا سوال یہ ہے اس سے پہلے اٹھنے والے مکروہ تحریمی کے مرتکب ہونے کی وجہ سے مستحق عذاب نار ہوئے تو ہم پوچھ سکتے ہیں کہ:

ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے اسی طرح قیس بن ابی حازم اور حماد نے سعید بن ابی مسیب اور عمر بن عبد العزیز سے روایت کی کہ جب موذن (اقامت میں) اللہ اکبر کہے تو قیام واجب ہے اور جب وہ حی علی الصلاۃ کہے تو صفیں برابر کی جائیں اور جب لا الہ الا اللہ کہے تو امام تکبیر کہہ دے۔

(اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں؟ از سراج احمد سعیدی ص 34)

امام مالک (بن انس الاصبحی م ۱۷۹ھ) اور جمہور علماء کا میلان اسی طرف ہے کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی کوئی حد متعین نہیں۔ البتہ عام علماء کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ موذن جب اقامت شروع کرے تو لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (ایضاً ص 24)

ابتدائے اقامت کے وقت کھڑے ہونا، اس کی تائید ابن شہاب زہری کی حدیث سے ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر نہیں آتے جب تک صفیں درست نہ ہو جائیں۔ (فتاویٰ ملک العلماء ص 104)

کیا یہ سب حضرات رضاخانی فتووں کی زد میں آگئے؟ (العیاذ باللہ) کچھ تو خوف خدا ہونا چاہئے۔ باقی اگر کوئی رضاخانی کہے کہ کراہت کا فتویٰ ہمارا نہیں بلکہ ما قبل کتب سے ہے تو اس کا جواب یاد رکھیں کہ حضرات مجتہدین کا فتویٰ تو نہیں سب سے اول قہستانی نے یہ بات نقل کی ہے اور وہیں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہے وہ کوئی فقیہ نہیں تفصیلی جواب آگے آئے گا۔ وہ تو بحیثیت انسان خطا کر گیا مگر تمہیں تو معلوم ہو گیا تھا کہ اس خطا کا وبال کہاں تک ہے تم تو احتراز کرو۔

القصہ یہ سفر رضاخانی حضرات سے مستحب سے شروع ہوا کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے، چلتے چلتے سنت بن گیا۔

مفتی محمد اشرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''شروع اقامت میں کھڑے ہونا خلاف سنت ہے''۔

(امام ومقتدی جماعت کے لئے کب کھڑے ہوں؟ ص 3)

مولوی سراج احمد سعیدی لکھتے ہیں:

''مئوذن کے اقامت کے لئے کھڑے ہوتے ہی لوگوں کا کھڑے ہو جانا امحاء سنت کے سوا کچھ نہیں''۔ (اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں؟ ص 41)

واجب بنانے پر مزید حوالے

مفتی اقتدار احمد صاحب لکھتے ہیں:

''قانون شریعت مطہرہ کے مطابق نماز کی تکبیر جس کو عربی میں اقامت کہا جاتا ہے تمام نمازیوں کا بیٹھ کر سننا واجب ہے خواہ مقتدی ہوں یا امام''۔(العطایا الاحمدیہ جلد 1 ص 74)

بعض رضاخانی قلم کاروں کو شوق اٹھا کہ اپنے مسلک پر احادیث لائیں۔جیسا کہ مفتی اشرف، سراج احمد سعیدی صاحب، اقتدار احمد نعیمی صاحب وغیرہ نے کیا ہے۔ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن و حدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے۔(نمازی کے پاس با آواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں؟ص38)

اور بھی سن لیں امام مالک خود فرماتے ہیں:

''میں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی کمامر۔عن عون المعبود وفتح الباری وقال مالک فی المؤطا لم اسمع فی قیام الناس حین تقام الصلوۃ بحد محدود امام مالک نے مؤطا میں فرمایا کہ نماز میں لوگ کس وقت کھڑے ہوں اس کے متعلق میں نے کوئی حدیث نہیں سنی''۔(فتاویٰ ملک العلماء ص 101)

واجب قرار دینے کے لئے ایک اور حوالہ سنیے مولوی ظفرالدین بہاری لکھتے ہیں:

''اسی طرح صاف اور صریح روایت کتاب الآثار میں بھی ہے۔

قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا طلحه بن مطرف عن ابراهیم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا قال محمد وبه ناخذ وهو قول قول ابی حنیفة،

امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ نے خبر دی انہوں نے فرمایا مجھ سے طلحہ بن مطرف نے حدیث بیان کی کہ وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جب موذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہئے کہ کھڑے ہو جائیں پس صف درست کریں امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

امام محمد کے الفاظ دونوں حدیثوں میں ینبغی ہیں اور ہر علم والا جانتا ہے کہ یہ لفظ ینبغی متاخرین کے

محاورہ وعرف میں مندوبات میں زیادہ استعمال ہوتا ہے اور متقدمین کے محاورہ وعرف میں اس کا استعمال عام ہے جو واجب تک کو شامل ہے"۔(فتاویٰ ملک العلماء ص 99)

کہنا یہ چاہتے ہیں بہاری صاحب کہ یہ واجب ہے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا۔حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے کہ واجب تو وہ ہوتا ہے جو بقول تمہارے جس فعل کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃ ظنی ہو۔(المیزان امام احمد رضا نمبر ص 198)

یہاں کون سی دلیل تھی جس سے اس کام کا لازمی ہونا ثابت ہو رہا تھا جس بنیاد پر امام محمد اس کو واجب فرمارہے ہیں۔

یہ امام محمد پر بہتان اور صریح جھوٹ ہے۔صرف اپنے کام کو واجب بنانے کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ بولا گیا ہے اور بس۔خلاصۃ البحث یہ ہے کہ ایک مستحب کام کو واجب قرار دیا گیا کتب فتاویٰ و متون میں مستحب تو قرار دیا گیا ہے مگر کسی نے بھی واجب قرار نہیں دیا۔

اب سنئے فقہاء کی بھی،حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنھا تکرہ بعد الصلاۃ لان الجھلۃ یعتقدون انھا سنۃ او واجبۃ وکلّ مباح یودی الیہ فھو مکروہ، (حاشیہ ص 500 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور یہی بات علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ شامی میں سجود تلاوت کے بعد سجدہ شکر کی بحث میں بھی نقل کی ہے۔

اہل بدعت کے دوسرے گروہ کی بھی سنیے۔

"قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی اس لئے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہئے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے"۔ (شرح صحیح مسلم جلد 1 ص 1101)

جو رضاخانی یہ پیش کرتے ہیں کہ شروع اقامت میں کھڑے ہونا مکروہ تحریمی ہے وہ ذرا خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کی بھی سن لیں شائد عقل و دانش سے ذرہ نصیب ہو جائے۔

وہ کہتے ہیں:

''حمد وصلوۃ کے بعد بعض طلباء نے تکبیر و اقامت کے وقت بیٹھ جانا اختراع کیا ہے۔خواہ وہ پہلے کھڑے ہی کیوں نہ ہوں اور ہمیشہ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں ۔سند میں فقہاء کا قول ویقوم الامام والموتم بقولہ حیّ علی الفلاح پیش کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو تکبیر شروع ہونے سے قبل بیٹھا ہو نیز یہ حکم نہ تو اس شخص کے لئے ہے جو تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہوا اور نہ ہی اس کے لئے جو شروع تکبیر سے پہلے ہی کھڑا ہو۔

جب اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نوافل عبادات اور مساجد میں انتظار کے لئے بیٹھنے میں انتہائی حریص تھے تو حیعلہ کے وقت کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا تا کہ صفیں سیدھی کی جاسکیں لیکن موجودہ دور اور اسلاف کرام کے دور کے لوگوں میں انتہائی بعد ہے یہ لوگ تو سستی و کاہلی میں تیز پانی کی طرح بہتے ہیں نہ تو رکعات نماز کے رہ جانے کا خیال کرتے ہیں اور نہ تکبیر تحریمہ کے ثواب کا کوئی پتا نماز کے آخری وقتوں میں آتے ہیں ان میں افضل وہی (سمجھا جاتا) ہے جس کو ایک یا دو رکعتیں ملی سست لوگوں کے لئے وہ حکم نہیں ہے جو اللہ کی طرف بھاگنے ،اطاعت کی طرف سبقت کرنے اور نیکی کی طرف تیزی سے جانے والوں کا ہے ۔الحاصل مکبر کے حی علی الصلوۃ کہتے وقت قیام تو مندوب ہے ۔شروع تکبیر کے وقت بیٹھ جانا نہیں اور نہ یہ ثابت ہے''۔(ضیائے حرم کا شیخ الاسلام نمبر ص 189)

فتاویٰ نوریہ ملاحظہ فرمائیں:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایسا نمازی جو اقامت نماز کے دوران مسجد میں آیا جبکہ امام بھی آچکا ہو تو کیا اس کا بیٹھ جانا ضروری ہے کہ حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہو کیونکہ اس وقت قیام مستحب ہے، جو قعود پر موقوف ہے حالانکہ مستحب کا موقوف علیہ بھی مستحب ہوتا ہے ۔بینو ماجورین من رب العالمین ۔

المستفتی: محمد اجمل نوری عفی عنہ

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی تمہارا مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے ۔اور یوں بھی آیا ہے کہ دو رکعتوں کے پڑھنے تک نہ بیٹھے (متفق علیہ)اس حکم کی بناء پر ہمارے آئمہ کرام اور جمہور کے نزدیک تحیۃ المسجد مستحب مئوکد ہے بلکہ ہمارے مشائخ کرام نے اس بات کی تصریح بھی فرمائی ہے کہ سنت ہے ۔

(تبیین الحقائق للزیلعی جلد ۱ ص۱۷۳،عینی علی الهدایة جلد۲ ص ۸۴۸، طحطاوی علی الدر جلد ۱ ص۲۸۶،شرح الاشباہ والنظائر للحموی ص ۵۵۸ ، نیز فتاویٰ ظهیریہ سے اس کے ص ۵۵۰اور رافعی علی الشامیہ جلد ۱ ص ۹۰میں ہے والنظم للزیلعی تحیۃالمسجد سنۃ،تنویر الابصار تحریرا اور درالمختار اور شامی تشریحاً جلد ۱ ص ۶۳۵ نیز طحطاوی علی الدر تقریراً جلد ۱ ص ۲۸۶ میں ہے والنظم للغزی ص۱۱۶ نور الایضاح تصریحاً اور مراقی اور طحاوی تصلیلاً ص ۲۳۶میں ہے سن تحیۃ المسجد بحر الرائق اور شامی میں ہے وقد حکی الاجماع علی سنیتها شرح الاشباہ میں ہے وھو سنۃ اجماعا شامی میں ہے (قوله کتب الشارع نے هاش الخزائن (اسم شرحه الکبیر للتنویر)الخلاصۃ حیث ذکر انها مستحبۃ او شرح الاشباہ میں ہے وانما اطلق المصنف علیها الاستحباب لا شتعال السنۃعلی الاستحباب)

جوکسی بھی سنّت یا فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے جس سے پہلے بیٹھنا تاکیدی مستحب بلکہ سنّت کا خلاف غیر اولیٰ ہے لہٰذا ایسا داخل ہونے والا جس کے متعلق سوال ہے ادا نماز سے قبل نہ بیٹھے اور چونکہ امام حاضر ہے لہٰذ احدیث لا تقوموا حتی ترونی کا تقاضا بھی نہیں کہ قیام نہ کرے، رہا سائل کا استدلال کہ ہمارے نزدیک حی علی الفلاح پر قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے لہٰذا قعود بھی مستحب ہوا۔تو یہ محض باطل ہے کیونکہ یہ قیام مستحب تو مقدمہ ہے اسی قیام کا جو بحکم قوموا للہ قانتین نماز فرض میں فرض ہے، حالانکہ منفرد یا امام ومقتدی پر فرض نماز سے قبل قعود قطعاً فرض نہیں بلکہ منفرد کے لئے توکسی نے مستحب تک بھی نہیں کہا تو معلوم ہوا کہ قیام قعود پر موقوف نہیں ورنہ قعود بھی قیام کی طرح فرض ہوتا ولم یقل بہ احد اور یہیں سے واضح ہوا کہ مضمرات شرح قدوری میں مولانا صوفی یوسف بن عمر کا ایسے داخل مسجد کے لئے قعود کا حکم دینا اور قیام مکروہ بتانا بے دلیل ہے اور صحیح نہیں اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مذکورہ کی صریح خلاف ورزی ہے جو ہمارے کسی بھی امام کا قول ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا لہٰذا مقبول نہیں اور ہندیہ اور درمختار وغیرہ کا مضمرات سے نقل کرنا بھی صحیح نہیں بنا سکتا کہ غیر صحیح نقل کردینے سے صحیح نہیں بن جاتا۔(شامی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۃ الرسائل الثلثین جلد 1 ص 13 سے ص 15 تک ہے)

قلت وقد یتفق نقل قول فی النحو عشرین کتابا من کتب المتاخرین ویکون القول خطا

اخطا بہ اول واضع لہ فیاتی من بعدہ وینقلہ عنہ وھٰکذا ینقلہ بعضھم عن بعض کما وقع ذالک(الیٰ ان قال)ولھذا الذی ذکرنا ہ نظائر کثیرہ اتفق فیھا صاحب البحر والنحر والمنع والدر المختار وغیرھم وھی سھو منشا ھا الخطائی النقل اوسبق النظر الخ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کسی کتاب کا مصنف کوئی غلط بات سہواً درج کر دیتا ہے اور بعد میں آنے والے یوں ہی نقل کرتے جاتے ہیں حتی کے بیس کے قریب کتابوں میں نقل ہو جاتا ہے حالانکہ وہ بھول ہوتی ہے اوراس کی بکثرت نظیریں ہیں جن میں بحر ونحر اور منح درالمختار وغیرہ کی مؤلفین نے نقل میں اتفاق کیا حالانکہ وہ بھول اورسہو ہیں ۱۲منہ غفرلہ)

واللہ ورسولہ اعلم جلّ جلالہ ربّی وحدہ وصلی اللہ علی حبیبہ الّذی لا نبی بعدہ۔

حرّرہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النصیحی غفرلہ‘‘۔

(فتاویٰ نوریہ جلد 1 ص302تا305)

فتاویٰ مظہریہ میں ہے:

’’حی علی الفلاح کے اوپر کھڑے ہونے کے متعلق کوئی ایک بھی حدیث میری نظر سے نہیں گزری بلکہ بعض احادیث اس کے مخالف بادیۃ النظر میں معلوم ہوتی ہیں ۔مثلاً جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو حضور ہماری صفوف برابر کرتے ہیں جب برابر ہو جاتی تھیں تب تکبیر فرماتے تھے ۔اگر صفوف سیدھی ہو جاتی ہیں تو اسی وقت کھڑا ہونا چاہئے اور سیدھی نہ ہوتی ہوں تو اول ہی کھڑا ہونا چاہئے کہ صفوں کے سیدھے نہ ہونے میں کراہت ہے اور حی علی الفلاح پر نہ کھڑے میں کراہت نہیں الخ‘‘۔(فتاویٰ مظہریہ ص98)

خلاصۃ الکلام یہ نکلا کہ پہلا گروہ دوسرے گروہ کو کوستا ہے اور دوسرا گروہ پہلے کو۔

پہلا طبقہ اپنی غلطی پر مصر ہے ویسے بھی پہلے گروہ کے اپنے جال اور پھندے میں پھنسنے کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں ۔

ہم اختصار کے پیش نظر چند دلائل کا سرسری جائزہ لیتے ہیں:

رضاخانی حضرات بعض روایات پیش کرتے ہیں ان کے متعلق گزارش یہ ہے کہ فقہاء کرام نے ان روایات سے جو بھی سمجھا ہے وہ یہی ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا مستحب ہے اور وہ تمہیں مفید نہیں کیونکہ تم اب معاملہ واجب سے بھی بڑھا کر کر رہے ہو۔واجب کہہ بھی رہے ہو اور یہ ہمیں مضر نہیں کیونکہ فقہاء کا ہی

اصول ہے امر مستحب کے ساتھ جب یہ معاملہ ہوتو ترک ضروری ہے۔کمامر

جوفقہاء کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں کہ امام محراب کے پاس ہوتو پھر مقتدی اور امام حی علی الفلاح پرکھڑے ہوں تو ان کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہیں ہونی چاہئے اور اگر اس سے پہلے کوئی کھڑا ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ۔اورفقہاء کی باتیں کہ کھڑا ہونا پہلے سے مکروہ ہے تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ یہ قہستانی صاحب سے نقل ہوتی چلی آرہی ہے اور وہ کوئی بڑے فقیہ نہیں تھے بلکہ ضعیف درجہ کے ہیں جیسا کہ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

فقہاء میں ایک درجہ بہت ضعیف ہے ۔(شرح صحیح مسلم جلد 2 ص 897)

علامہ حصام الدین قہستانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

’’یہ اپنے زمانے میں صرف کتابوں کی خرید و فروخت کرتے تھے اور اپنے ہم عصر علماء کے درمیان نہ ہی بطور فقیہ مشہور تھے اور نہ ہی فقہ کے علاوہ کسی اور علم کے ماہر تھے۔

اس بات کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ہر کچی پکی بات اور صحیح اور ضعیف بات بغیر تصحیح اور تدقیق کے جمع کر دیتے ملاحظہ ہو:وقال المولی عصام الدین فی حق القہستانی:

[انّہ........لا یعرف الفقہ ولا غیرہ بین ارائہ ویؤیدہ انہ یجمع فی شرحہ بین الغث والسین، والصحیح والضعیف من غیر تصحیح ولا تدقیق ،فھو کحاطب اللیل جامع بین الرطب والیابس فی النیل ،وھو العوارض فی ذم الروافض، الخ‘‘ (النافع الکبیر علی جامع الصغیر، مقدمۃ الجامع الصغیر ،الفصل الاول فی ذکر طبقات الفقھاءوالکتب، ص27،ادارۃالقرآن کراتشی)

قہستانی صاحب کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والقھستانی ’’کجارف سیل وحاطب لیل، (تنقیح فتاویٰ الحامدیہ،کتاب الحظر والاباحۃ، 2/356، حقانیہ،وکذا فی عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایۃ،ص:10، مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:’’قہستانی‘‘ ہر محقق اور غیر محقق مسائل جمع کرنے والے ہیں۔(جارف سیل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ ہر قسم کی خس و خاشاک کو بہالاتا ہے،اسی طرح قہستانی نے اپنی

کتاب میں ہر قسم کے (معتبر اور غیر معتبر) مسائل جمع کر دیئے ہیں اور حاطب لیل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شخص رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والا ہو، تو اسے کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کس قسم کی لکڑیاں چن رہا ہے، اسی طرح قہستانی نے بھی اپنی کتاب میں ہر طرح کے مسائل جمع کر دیئے ہیں اور اسے کوئی خبر نہیں کہ اس نے کیسے جمع کیے ہیں، اس کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ عمدہ ہیں یا غیر عمدہ محقق ہیں یا غیر محقق)

مذکورہ مسئلہ میں دارالعلوم دیوبند کے دو فتوے

(آخر میں) اسی موضوع سے متعلق دارالعلوم دیوبند کا ایک فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

سوال 60010

ضروری عرض یہ ہے کہ اقامت کے وقت حی علی الصلاۃ کا انتظار کرنا چاہیئے یا اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جانا چاہیئے؟ ہمارے علاقے کی مسجدوں میں حی علی الصلاۃ کا انتظار کیا جاتا ہے، پہلے کھڑے ہونے پر تنقید کرتے ہیں، کیا علی الصلاۃ تک انتظار کرنے کی کوئی دلیل موجود ہے یا نہیں؟ براہ کرم، اس بارے میں رہنمائی فرمائیں

جواب 60010

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Fatwa Id:462-462/Sd=8/1436-U

اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جانا چاہیے، حی علی الصلاۃ کا انتظار نہ کرنا چاہیے، آپ کے علاقے کی مسجدوں میں جو حی علی الصلاۃ تک انتظار کیا جاتا ہے اور اس سے پہلے کھڑے ہونے والوں پر تنقید کی جاتی ہے، یہ صحیح نہیں ہے، یہ طریقہ ایک خاص باطل فرقے کا اپنا گھڑا ہوا ہے، قرآن وحدیث اور فقہی عبارتوں سے اس مروجہ طریقے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نوٹ: اس سلسلے میں دارالعلوم دیوبند کا ایک مفصل ومدلل فتوی منسلک کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمالیں۔

۳۱۹> / ن = ۴۶۳ / ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دارالافتادارالعلوم دیوبند درج ذیل سوالات کے بارے میں:

(۱): امام اور مقتدیوں کو اقامت کے وقت کب کھڑا ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث، فقہ حنفی اور تعامل امت کی روسے صحیح کیا ہے؟

(۲): نیز اس سلسلہ میں بریلوی مکتب فکر والوں کے یہاں جو طریقہ رائج ہے یعنی: ان کا امام اقامت سے پہلے مصلے پر آکر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اقامت کہنے والا اقامت شروع کرتا ہے اور جب وہ حي علی الفلاح پر پہنچتا ہے تو امام اور مقتدی سب کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہ اس طریقہ کو عملی طور پر لازم پکڑتے ہیں اور جولوگ اس کے خلاف کرتے ہیں ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں؛ بلکہ اختیار وقدرت کی صورت میں زبردستی بٹھادیتے ہیں تو یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

مستفتیان: حافظ معین الدین، عبد الرزاق سابق پردھان ودیگر مسلمانان اہل حق موضع تیلی والا، تحصیل ڈوئی والا، ضلع دہرہ دون، اترا کھنڈ

۳۰۸ / ن = ۴۶۳ / ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق:

(۱): نماز باجماعت میں امام اور مقتدیوں کو کب کھڑا ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ اقامت کہنے والا امام کو نماز کے لیے تیار دیکھ کر اقامت شروع کرے، اس کے بعد امام مصلے پر پہنچ جائے اور مقتدی حضرات بھی کھڑے ہوکر صفیں درست کرنا شروع کردیں، پھر جب اقامت پوری ہوجائے اور صفیں بھی درست وصحیح ہوجائیں تو امام نماز شروع کردے

ہمارے رسول: حضرت محمد مصطفی ﷺ سلم، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ وغیرہم سے اسی طرح ثابت ہے، اور اگر امام یا کوئی مقتدی تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو اور وہ شروع اقامت سے کھڑا نہ ہو کر حي علی الفلاح پر یا اس سے پہلے کھڑا ہوجائے تو یہ بھی درست ہے، خلاف ادب نہیں ہے۔ پس فقہائے کرام

نے حي علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا جو ادب ذکر کیا ہے یہ ابتدائے اقامت سے حي علی الفلاح تک ممتد ہے، جو شخص شروع اقامت میں یا اس کے بعد حي علی الفلاح تک کسی بھی وقت کھڑا ہوگیا تو وہ ادب و مستحب ہی پر عمل کرنے والا ہوگا، اس کے خلاف کرنے والا نہ ہوگا، البتہ امام کے مصلے پر پہنچنے کے بعد بلا وجہ بیٹھے نہ رہنا چاہیئے۔

اور اگر کوئی شخص حي علی الفلاح کے بعد بھی بیٹھا رہے تو البتہ یہ خلاف ادب وخلاف مستحب ہے۔ یہ تو اس صورت میں ہے جب امام مسجد میں حاضر ہو۔ اور اگر امام مسجد میں نہیں ہے اور اقامت کہنے والے نے امام کو حجرہ میں تیار سمجھ کر یا مسجد کی طرف آتا ہوا دیکھ کر اقامت شروع کر دی تو لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو آتا ہوا نہ دیکھ لیں اگر امام کا حجرہ مسجد کی جہت قبلہ میں ہو اور امام آگے سے آئے۔

اور اگر امام پیچھے سے آئے تو اظہر قول کے مطابق امام جس صف سے گذرتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے، یہاں تک کہ جب وہ مصلے پر پہنچے تو سارے لوگ کھڑے ہو چکے ہوں۔ الحاصل ایسا نہیں ہے کہ ہر صورت میں امام اور مقتدی سب لوگ صرف حي علی الفلاح ہی پر کھڑے ہوں؛ کیوں کہ اقامت کے کسی لفظ سے امام اور مقتدیوں کا قیام مربوط و وابستہ نہیں ہے کذا في فتح الباري (۲: ۱۵۷ط دار السلام، الریاض)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (۲: ۲۵۷، ۲۵۸ مطبوعہ دار السلام الریاض) میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المفہم ۲: ۲۲۱، ۲۲۲ مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق) کے حوالے سے زیر بحث مسئلہ سے متعلق روایات میں تطبیق اور ان کی صحیح مراد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی تاک میں رہتے تھے اور جوں ہی (مسجد میں موجود) دیگر اکثر لوگوں سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے ہوئے دیکھتے، اقامت شروع فرمادیتے تھے، پھر جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنے مصلے پر کھڑے نہ ہونے پاتے تھے کہ ساری صفیں درست ہو جایا کرتی تھیں۔ دیگر شراح حدیث مثلاً: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، ابی رحمہ اللہ، سنوسی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی زیر بحث مسئلہ سے متعلق احادیث میں یہی تطبیق اور خلاصہ ذکر فرمایا ہے

(دیکھئے: إکمال المعلم ۲: ۵۵۶، ۵۵۷ مطبوعہ دار الوفا، إکمال إکمال المعلم، مکمل

إکمال الإکمال ۲: ۲۹۱، ۲۹۲ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، المنہاج مع الصحیح لمسلم ۱: ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند بحوالہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ، عمدۃ القاری ۵: ۲۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمی، بیروت اور فتح الملہم مع التکملۃ ۴: ۲۰۳، ۲۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت بحوالہ فتح الباری)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی تائید مصنف عبد الرزاق کی اس روایت سے ہوتی ہے جو عبد الرزاق نے ابن جریج سے، اور ابن جریج نے ابن شہاب زہری سے نقل کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مؤذن کے اللہ اکبر کہتے ہی نماز کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلے پر پہنچنے سے پہلے ساری صفیں درست ہو جایا کرتی تھیں۔ (فتح الباری ۲: ۱۵۸)

اور علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار کے حاشیہ میں فرمایا:

''ہمارے فقہائے کرام نے یہ جو فرمایا ہے: کہ امام اور لوگ حي علی الفلاح پر کھڑے ہوں، اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی بیٹھے نہ رہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے پہلے کھڑے نہ ہوں؛ لہٰذا اس سے پہلے کھڑے ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے''۔ (حاشیہ درمختار ۱: ۲۱۵ مطبوعہ مکتبہ اتحاد دیوبند)

بلکہ بہتر ہے، تاکہ پہلے سے لوگ نماز کے لیے تیار ہو جائیں اور صفیں بھی درست ہو جائیں کیوں کہ نماز میں صفیں سیدھی رکھنا نہایت اہم؛ بلکہ سنت مؤکدہ ہے، احادیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔

(دیکھئے: مشکوۃ شریف، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفص ۹۷-۹۹ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: کتاب الصلاۃ میں فرمایا:

''میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز کے لیے اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب مکبر حي علی الفلاح کہتا ہے تو امام صاحب نے فرمایا: لا حرج، کچھ حرج نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ ایک شخص شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جاتا ہے تب بھی یہی ارشاد فرمایا: لا حرج، کچھ حرج نہیں۔

(یہ نسخہ ابھی مخطوطہ ہے، حضرت فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں دیکھا تھا، فتاوی محمودیہ ۵: ۴۹۶، سوال: ۲۲۸۲ مطبوعہ ادارۂ صدیق، ڈابھیل، گجرات)

نص الطحطاوي فی الحاشیة علی الدر هكذا: (قوله: والقیام لإمام ومؤتم الخ) مسارعة لامتثال أمره، والظاهر أنه احتراز عن التاخیر لا التقدیم، حتی لو قام أول الاقامة لا

بأس اھ، وكلمة "لا بأس" هنا مستعملة في المندوب؛ لأنها ليست مطردة لما تركه أولى، بل تستعمل في المندوب أيضاً إذا كان المحل مما يتوهم فيه الباءس أي الشدة، خاصة إذا تأيد ذلك الأمر بالأحاديث النبوية على صاحبها الصلاة والسلام - وأقوال الصحابة وعملهم وعمل السلف والخلف كذا حققه الحصكفي وابن عابدين الشامي في الدر المختار وحاشيته رد المحتار (كتاب الطهارة ۱: ۲۴۱، كتاب الصلاة، باب العيدين ۳: ۶۵، باب الجنائز في شرح قول الدر: "ولا بأس برش الماء عليه" ۳: ۱۴۳ وكتاب الجهاد، باب المغنم وقسمته ۶: ۲۵۷ ط مكتبة زكريا ديوبند)، ومثلها كلمة "لا جناح" بل قد استعملت هذه في سورة البقرة (رقم الآيه: ۱۵۸) بمعنى الوجوب كما في رد المحتار لابن عابدين الشامي (۶: ۲۵۷)، وكلمة "لا حرج" أيضاً؛ لأنها بمعناها۔

نیز عُتْبِیّہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا کہ قربِ قیامت کے وقت جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے تو لوگ اس وقت (اس مسجد میں جہاں نزول فرمائیں گے) کھڑے ہو کر اقامت سن رہے ہوں گے، جیسا کہ ابی اور سنوسی نے (إکمال إکمال المعلم ۱: ۱۶۶ اور مکمل إکمال الاکمال ۱: ۱۶۶ میں بحوالہ عُتْبِیّہ) ذکر کیا ہے۔

(۲): اب سے تقریباً ڈیڑھ صدی پیشتر ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جو بریلوی فرقہ سے جانا جاتا ہے، اس نے زیر بحث مسئلہ میں احادیث شریفہ، تصریحات وتشریحات فقہائے کرام اور تعامل امت کو یکسر نظر انداز کر کے بعض مجمل ومبہم فقہی عبارات سے ایک نیا مطلب نکال کر اور اس میں اپنی طرف سے مزید کچھ باتیں بڑھا کر اسے اپنے لیے بطور شعار وعلامت اختیار کرلیا ہے اور وہ اس میں غلو وتشدد کا رویہ رکھتا ہے، یعنی: اس فرقہ کے یہاں امام اقامت شروع ہونے سے پہلے لازمی طور پر مصلے پر آ کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اقامت کہنے والا اقامت کہتا ہے، پھر جب وہ حي علی الفلاح پر پہنچتا ہے تو امام اور مقتدی سب لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی شخص دوران اقامت آئے تو امام کی موجودگی کی صورت میں بھی امام اور دیگر مقتدیوں کی طرح وہ بھی بیٹھ جاتا ہے اور اس کے خلاف کبھی بھی ان میں سے کوئی شخص اقامت کے شروع میں نہیں کھڑا ہوتا، اور جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں یہ لوگ ان پر طعن وتشنیع بھی کرتے ہیں اور اسی طریقہ کو مستحب؛ بلکہ لازم وضروری

سمجھتے ہیں تو یہ طریقہ بلا شبہ بدعت و ناجائز ہے؛ کیوں کہ اس طریقہ میں امام کا اقامت سے پہلے مصلے پر آ کر بیٹھ جانا تو بالکل بے اصل و بے بنیاد ہے؛ بلکہ احادیث، فقہی نصوص اور تعامل امت کے خلاف ہے۔ نیز اس میں ایک ہی جزو کو مستحب سمجھنا اور راور شروع اقامت سے کھڑے ہونے کو امام کی موجودگی میں بھی مکروہ قرار دینا؛ بلکہ اس مکتب فکر کی مشہور کتاب: فتاوی رضویہ (کتاب الصلاۃ ۲: ۳۹۱ مطبوعہ رضا آفسیٹ، ممبئی ۳) میں علی الاطلاق کھڑے ہو کر تکبیر سننے کو مکروہ قرار دینا یہ سب امور بالکل غلط و من گھڑت ہیں؛ کیوں کہ صحابہ کرامؓ وغیرہم کا معمول امام کی آمد پر شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو جانے کا تھا (جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا)، اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ اقامت کھڑے ہو کر ہی سنی جائے گی۔ اور مبسوط سرخسی (۱: ۳۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) میں حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں (مصلے پر) آ کر کھڑے ہوتے تھے، فانہ- أي: فان عمر رضي اللہ تعالی عنہ- بعد فراغ المؤذن من ال إقامۃ کان یقوم فی المحراب۔ نیز نمبر: ا میں فقہائے کرام کی وہ تصریحات گذر چکی ہیں جن سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام کی آمد کے بعد شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جانا بلا کسی کراہت جائز ہے اور یہ خلاف مستحب و ادب بھی نہیں ہے؛ بلکہ ادب و مستحب کے عین مطابق ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے زمانہ سے اب تک تمام اسلامی شہروں بالخصوص مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اسی پر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے، جس کا مشاہدہ، وہاں حج یا عمرے کے لیے جانے والے حضرات کرتے چلے آ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بریلوی مکتب فکر کا یہ طریقہ گھڑا ہوا اور ناجائز و بدعت ہے، قرآن وحدیث اور فقہی عبارات سے اس پورے مجموعہ پر کوئی ثبوت نہیں ہے؛ لہٰذا اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے اس پر عمل کی اجازت نہ ہوگی، مرقاۃ المفاتیح (۲: ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت) میں علامہ طیبیؒ کے حوالے سے ہے: من أصر علی أمر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علی بدعۃ أو منکر۔ فقط واللہ تعالی أعلم۔

محمد نعمان سیتاپوری غفرلہ

معین مفتی دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند ۲۸/ ۳/ ۱۴۳۶ھ م ۲۰/ ۱/ ۲۰۱۵ء سہ شنبہ

الجواب صحیح		
حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ		محمود حسن بلند شہری غفرلہ
زین الاسلام قاسمی الہ آبادی		وقار علی غفرلہ
فخر الاسلام عفی عنہ		محمد مصعب عفی عنہ
محمد اسد اللہ غفرلہ		
واللہ تعالیٰ اعلم		

بحمد اللہ تعالیٰ

الحمدللہ! یکم صفر المظفر ۱۴۴۱ سنہ ھ کو سہ ماہی امتحان کے سلسلہ میں کی گئی تعطیلات میں اس کام کا آغاز کیا اور ۴ر صفر المظفر ۱۴۴۱ سنہ ھ بروز جمعہ کتاب کی تکمیل سے فراغت حاصل ہوئی، اور آج ۱۷ر صفر المظفر کو مسودے پر نظر ثانی کی، عربی عبارات کے تراجم میں لفظی ترجمہ کی رعایت نہیں کی گئی، بلکہ مفہوم و مآل کو سامنے رکھا گیا ہے، احباب کوشش کرتے ہیں کہ کتاب اغلاط سے پاک ہو لیکن بتقضائے بشریت پھر بھی کوئی نہ کوئی غلطی رہ جاتی ہے، لہذا اس پر مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

☆....☆....☆....☆

مصنّف کی دیگر مطبوعہ تصانیف ورسائل

(۱) مناظرہ کوہاٹ:۲۰۱۲میں کوہاٹ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ پر ہونے والے مناظرے کی مکمل روئیداد

(۲) الاربعین فی مناقب امیر المومنین :حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب و فضائل پر چالیس مستند احادیث کا مجموعہ

(۳) تحریک آزادی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

(۴) دفاع اہل السنۃ والجماعۃ
دارالعلوم دیوبند کی تقاریظ سے مزین اس کتاب میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر ہونے والے تمام اعتراضات کے انتہائی مفصل و مدلل جوابات دئے گئے ہیں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب جو طبع ہوکر منظر عام پر آگئی ہے۔

(۵) الاربعین فی مناقب الخلفاء الراشدین : خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب پر چالیس احادیث کا مجموعہ

(۶) آزار ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے اور ایمان ابوین مصطفی ۔آزر و ایمان وکفر والدین مصطفی ﷺ پر تحقیقی مقالہ اور اشکالات کے مدلل جوابات

(۷) مسلک اعلی حضرت : احمد رضاخان کے تشیع پر ناقابل تردید دلائل

(۸) ازالۃ الواسواس عن اثرابنِ عباس رضی اللہ عنہماسنات زمینوں کےمتعلق حدیث پرمحققانہ کلام

(۹) مناظر ہ علم غیب : سوات میں ہونے والے علم غیب کے موضوع پر مناظرہ کی روئیداد

(۱۰) صوفی مسعود احمد صدیقی لاثانی سرکار بریلوی کی مختصر سوانح حیات

(۱۱) کردار یزید: یزید کے فسق پر محققانہ گفتگو اور تاریخی کتب کے اصل عکوس (سکین) کے ساتھ اہلسنت کا موقف واضح کیا گیا ہے اپنے باب میں ناقابل تردید دلائل پر مشتمل

(۱۲) اعلان النکیر علیٰ اصحاب عید الغدیر: 18 زوالحجہ کو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت پر اہل تشیع کی طرف سے منائی جانے والی عیدِ غدیر کا پس منظراور اس کا بدعت ہونا شیعہ مسلمات سے

(۱۳) تحریک لبیک اور علامہ خادم حسین رضوی کی حقیقت

(14) مروجہ حیلہ اسقاط پر ایک نظر مع روئیداد مناظرہ حیلہ اسقاط

(15) طاہر القادری اور مرزا غلام احمد قادیانی کا نظریہ جہاد و امن

(16) شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃاللہ علیہ کے عقائداور ان پر الزامات کی حقیقت

(17) سنی علماء کے تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

مزید تفصیلات کیلئے

FansofAllamaSajidKhanNaqshbandi | sajidkhannaqshbandi.blogspot.com | kalahazrat@gmail.com